لجنہ سال 2021/22 شمارہ نمبر 1

النصرت

لجنہ اماءاللہ برطانیہ کا تعلیمی و تربیتی مجلّہ

Please visit :https://voiceofbritishmuslimwomen.wordpress.com/

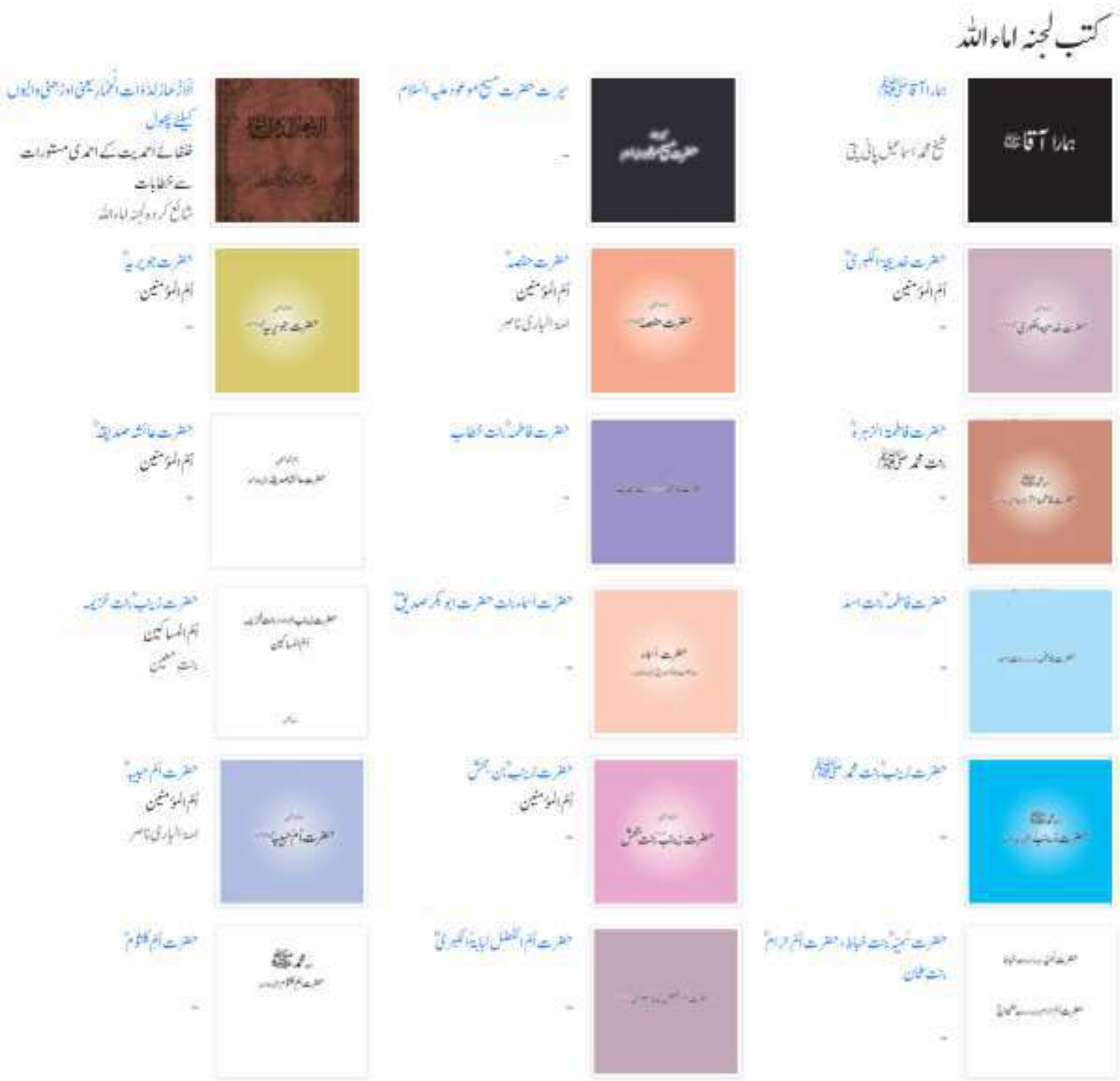

Please visit :https://www.alislam.org/urdu/publisher/لجنہ-اماءاللہ/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

النصرت

عہد لجنہ اماء اللہ

أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گی۔ نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔" ان شاء اللہ

فہرست مضامین

قرآن کریم 2

حدیث النبی ﷺ 3

کلام الامام 4

اِداریہ 7

خطاب۔ قیامِ نماز کی اہمیت۔ (22 جون 2012ء) 8

مضمون۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر چند اعتراضات کے جواب۔ (پروفیسر امتہ الرزّاق کارمائیکل صاحبہ 15

مضمون۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کا آسمانی و ادبی مقام۔ (فریدہ بشارت) 19

مضمون۔ خِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِکُمْ۔ (خنساء رفعت صاحبہ 22

منظوم کلام - حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ (درعدن) 26

مضمون۔ عید الاضحیٰ۔۔ حقیقی عید۔ (طوبیٰ نذیر بُٹر) 27

یادرفتگاں۔ میری پیاری امی جان۔ (منصورہ مبارک صاحبہ 30

منظوم کلام - حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ (درعدن) 32

بزمِ ادب۔ مراسلہ۔ اجالا ہونے والا ہے! (بشریٰ بختیار خان) 33

بزمِ ادب۔ مراسلہ۔ سلوک کے اعلیٰ گر (راحیلہ احمد صاحبہ) 34

جامعہ اعلان برائے داخلہ 35

قرآن کریم

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۴﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۵﴾

(سورۃ البقرہ ۔ آیت 44-45)

ترجمہ:

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جُھکنے والوں کے ساتھ جھک جاؤ۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو جب کہ تم کتاب بھی پڑھتے ہو۔ آخر تم عقل کیوں نہیں کرتے؟

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

حضرت خلیفتہ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ ان آیات کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

پھر فرمایا کہ نمازیں سنوار سنوار کر پڑھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ میں نے بہت کم عالموں کو زکوٰۃ دیتے دیکھا ہے۔ ان میں زکوٰۃ کا رواج کم ہے۔

اِرْكَعُوْا: فرمانبرداروں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 18 فروری 1909 ء)

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ: نماز کو قائم کرو۔ بعض کام روز مرّہ کی عادت بن جاتے ہیں۔ پھر ان کا لُطف نہیں رہتا۔ دیکھا گیا ہے کہ زبان سے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی ہو رہا ہے مگر قلب کی توجّہ کام کی طرف ہے۔

پس نماز کو سنوار کر پڑھو اور جو معاہدہ نماز میں کرتے ہو عملی زندگی میں اسکا اثر دیکھو۔ زبان سے کہتے ہو اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم تیرے فرمانبردار ہیں مگر کیا فرمانبرداری پر ثابت قدم ہو؟ پھر واعظوں کو ڈانٹا ہے کہ دوسروں کو نیکی کی نسبت کہتے ہو اور اپنے تئیں بُھلاتے ہو۔ پس تم دونوں سنانے والے اور سننے والے ثابت قدمی سے کام لو اور دعا کرو۔ نماز پڑھو کہ یہ دونوں کام خاشعین پر گراں نہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا یقین ہو وہی حقیقی خشوع کر سکتے ہیں۔

(بدر 10 دسمبر 1908ء صفحہ 2)

یہ دو گروہ ہوئے ضعفاء اور علماء۔ اب تیسرے گروہ کا ذکر آتا ہے یہ اُمراء کا گروہ ہے۔ ہمارے ملک میں اِن لوگوں کے لیے تو گویا کوئی شریعت ہی نہیں اور نہ کوئی واعظ ہے۔ ہر قسم کی بدی ان کے لیے

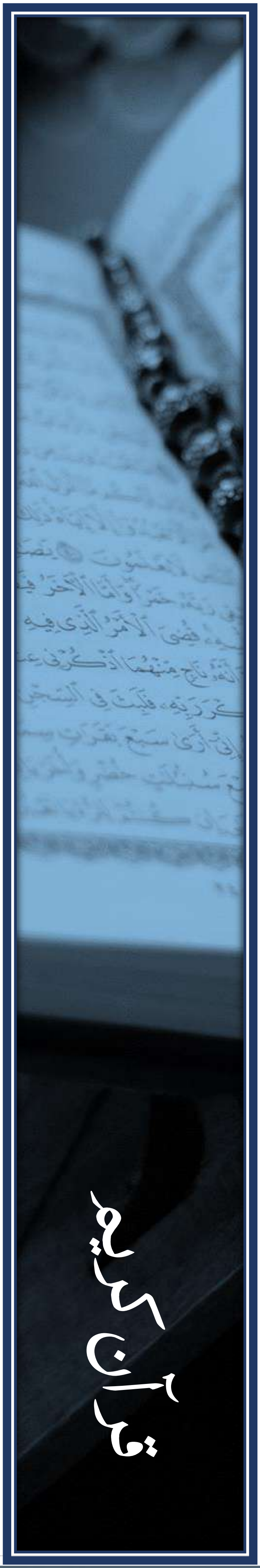

مباح ہے۔ ان کی مجلسوں والے نرے خوشامدی ہیں۔ ایک امیر نے بینگن کی تعریف کی۔ حاضرین مجلس نے بھی ہاں میں ملائی۔ دوسرے دِن اُس نے بینگن کی مذّمت کی تو وہ بھی مذّمت کرنے لگا۔ ایک دوست نے کہا کہ یہ کیا؟ کہنے لگامیں تو امیر کا نوکر ہوں بَینگن کا نوکر نہیں۔ پس امراء کو خصوصیّت سے حکم دیتاہے کہ روزے رکھو، نماز پڑھو۔ یہ طریق مشکل ہے مگر خشوع اختیار کرنے والوں کو نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 18 فروری 1909 ء)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ حُرَيْثِ بْنِ قَبِيصَةَ، قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَقُلْتُ اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا، قَالَ فَجَلَسْتُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقُلْتُ إِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يَرْزُقَنِي جَلِيسًا صَالِحًا، فَحَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلاَتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَ أَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَ خَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ

(ترمذی کتاب الصلاۃ باب ما جاء ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة ، حدیث نمبر 413)

ترجمہ:

حریث بن قبیصہ کہتے ہیں میں مدینہ آیا اور میں مدینہ آیا اور میں نے یہ دعا کی اے اللہ! مجھے نیک ساتھی میسر آئے۔ وہ کہتے ہیں میں حضرت ابو ھریرہؓ کے پاس بیٹھا۔ میں نے کہا میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ مجھے نیک ساتھی ملائے اور وہ مجھے حدیث بتائے جو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو شاید کہ اللہ اس کے ذریعہ مجھے نفع دے۔ (حضرت ابو ہریرہؓ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر یہ حساب ٹھیک رہا تو وہ کامیاب ہو گیا اور اس نے نجات پالی۔ اگر یہ حساب خراب ہوا تو وہ ناکام ہو گیا اور گھاٹے میں رہا۔ اگر اس کے فرضوں میں کوئی کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ دیکھو! میرے بندے کے

کچھ نوافل بھی ہیں۔ اگر نوافل ہوئے تو فرضوں کی کمی ان نوافل کے ذریعہ پوری کر دی جائے گی۔
اسی طرح اس کے باقی اعمال کا معائنہ ہو گا اور ان کا جائزہ لیا جائے گا۔

(حديقة الصالحين)

کلام الامام

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔

ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا چاہئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں وہ روپیہ لگاوے اور بہر حال صدق دکھاوے تا فضل اور روح القدس کا انعام پاوے کیونکہ یہ انعام ان لوگوں کے لئے تیار ہے جو اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 83)

جو زیور استعمال میں آتا ہے اور مثلاً کوئی بیاہ شادی پر مانگ کر لے جاتا ہے تو دے دیا جاوے وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے۔

(الحکم جلد6 نمبر 16 مورخہ 30 اپریل 1902 ء صفحہ7)

زیور کے رہن کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا۔

زیور ہو، کچھ ہو جب کہ انتفاع جائز ہے تو خواہ مخواہ تکلّفات کیوں بناتے جاویں۔ اگر کوئی شخص زیور کو استعمال کرنے سے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی اس کے ذمہ ہے۔ زیور کی زکوٰۃ بھی فرض ہے چنانچہ کل ہی ہمارے گھر میں زیور کی زکوٰۃ ڈیڑھ سو روپیہ دیا ہے پس اگر زیور استعمال کرتا ہے تو اس کی زکوٰۃ دے اگر بکری رہن رکھی ہے اور اس کا دودھ پیتا ہے تو اس کو گھاس بھی دے۔

(الحکم جلد7 نمبر 15 مورخہ 24 اپریل 1903 ء صفحہ11)

ایک شخص کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ جو روپیہ کسی شخص نے کسی کو قرضہ دیا ہوا ہے کیا اس پر اس کو زکوٰۃ دینی الازم ہے؟

فرمایا۔"نہیں"۔

(بدر جلد6نمبر 8مورخہ 21 فروری 1907ء صفحہ5)

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ تجارت کا مال جو ہے جس میں بہت سا حصّہ خریداروں کی طرف ہوتا ہے اور اُگراہی میں پڑا ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ فرمایا

جو مال معلّق ہے اس پر زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اپنے قبضہ میں نہ آجائے لیکن تاجر کو چاہئے کہ حیلہ بہانے سے زکوٰۃ کو نہ ٹال دے۔ آخر اپنی حثیت کے مطابق اپنے اخراجات بھی تو اسی مال میں سے برداشت کرتا ہے۔ تقویٰ کے ساتھ اپنے مال موجودہ اور معلّق پر نگاہ ڈالے اور مناسب زکوٰۃ دے کر خدا تعالیٰ کو خوش کرتا رہے۔ بعض لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی حیلے بہانے کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔

(بدر جلد6 نمبر 28 مورخہ 11 جولائی 1907 ء صفحہ5)

بہت سے لوگ زکوٰۃ دے دیتے ہیں مگر وہ اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ یہ کس کی زکوٰۃ ہے؟ اگر کتّے کو ذبح کر دیا جاوے یا سؤر کو ذبح کر ڈالو تو وہ صرف ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو جائے گا۔ زکوٰۃ تزکیہ سے نکلی ہے مال کو پاک کرو۔ اور پھر اس میں سے زکوٰۃ دو۔ جو اس کا صدق قائم ہے لیکن جو حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا وہ اس کے اصل مفہوم سے دور پڑا ہوا ہے اس قسم کی غلطیوں سے دست بردار ہونا چاہئے اور ان ارکان کی حقیقت کو بخوبی سمجھ لینا چاہئے تب یہ ارکان نجات دیتے ہیں ورنہ نہیں اور انسان کہیں کا کہیں چلا جاتا ہے یقیناً سمجھ کہ فخر کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کا کوئی نفسی یا آفاقی شریک نہ ٹھہراؤ اور اعمالِ صالح بجالاؤ۔ مال سے محبت نہ کرو۔

(الحکم جلد 11 نمبر 2 مورخہ 17 جنوری 1907 ء صفحہ9)

اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر بوجہ املاک واموال وزیورات وغیرہ کے زکوٰۃ فرض ہو تو ان کو سمجھنا چاہئے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی بھی نہیں اور زکوٰۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ اور عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے۔ پس فرض عین ہے جو اسی راہ میں اعانت اسلام میں زکوٰۃ دی جاوے۔ زکوٰۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد1 صفحہ 267)

زیورات کی نسبت جو آپ نے دریافت کیا ہے یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ مگر اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ جو زیور مستعمل ہو اس کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ مگر بہتر ہے کہ دوسرے کو عاریتاً کبھی دیدیا کریں مثلاً دو تین روز کے لئے کسی عورت کو اگر عاریتاً پہننے کے لئے دے دیا جائے تو پھر بالاتفاق ساقط ہو جاتی ہے۔

(مکتوبات جلد نمبر5 صفحہ 55 مکتوب 5 نمبر 13 بنام منشی حبیب الرحمان صاحب)

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

نیک آدمیوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ ایسی نصیحت کسی دوسرے کو ہرگز نہیں دیتے جس کے آپ پابند نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ کیا تم لوگوں کو نیک باتوں کے لئے نصیحت کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو یعنی آپ ان نیک باتوں پر عمل نہیں کرتے۔

(ست بچن ، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 205)

حقیقت میں اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان کا قول اور فعل باہم ایک طابقت رکھتے ہوں اگر ان میں مطابقت نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

۔۔۔اس کا یہی مطلب ہے کہ اپنے نفس کو فراموش کر کے دوسرے کے عیوب کو نہ دیکھتا رہے بلکہ چاہئے کہ اپنے عیوب کو دیکھے چونکہ خود تو وہ پابند ان امور کا نہیں ہوتا اس لئے آخر کار لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اخلاص اور محبت سے کسی کو نصیحت کرنی بہت مشکل ہے لیکن بعض وقت نصیحت کرنے میں بھی پوشیدہ بُغض اور کبر ملا ہوا ہوتا ہے اگر خالص محبت سے وہ نصیحت کرتے ہوتے تو خدا ان کو اس آیت کے نیچے نہ لاتا بڑا سعیدہ وہ ہے جو اوّل اپنے عیوب کو دیکھے۔ ان کا پتہ اس وقت لگتا ہے جب ہمیشہ امتحان لیتا رہے۔

(البدر جلد 3 نمبر 10مورخہ 8 مارچ 1904 ء صفحہ 7)

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ

صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اس سے مدد چاہو۔ کیونکہ نیکیوں سے بدیاں دور ہو جاتی ہیں۔

(براہین احمدیہ چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 602 حاشیہ درحاشیہ نمبر 3)

(بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 122-124)

اداریہ

میری پیاری بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہم اس نعمتِ خداوندی کا جتنا بھی شکر بجالائیں کم ہے کہ آج ہم آسمان کے نیچے وہ واحد جماعت ہیں جو ایک زندہ امام کے ہاتھ پر جمع ہے۔ اور فکر تو یہ ہے کہ ہماری اولادیں جنہوں نے اس نعمتِ عظمیٰ سے دُوری کی بد قسمتی کبھی سہی ہی نہیں وہ اس کا کماحقہ ' شکر ادا کرنے کا ادراک بھی رکھتی ہیں یا نہیں؟ ہمیں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے اپنے معاملات میں، خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی، ذاتی ہوں یا اجتماعی، خدا تعالیٰ کے نائب کی براہ راست رہنمائی اور نصائح پانے کی خوش قسمتی حاصل ہے اور جن پر عمل ہماری زندگی کو اس قدر پر سکون اور بارآور بنانے کی سکت رکھتا ہے کہ ایک خدا ناشناس انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

'النصرت' کے اس شمارے میں ہم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اُس بنیادی نصیحت کو آپ کے سامنے رکھنے کی توفیق پا رہے ہیں جس کے ذکر اور تنبیہ سے شاید ہی پیارے آقا کی کوئی مجلس کبھی خالی رہی ہو۔ **نماز**، خالق اور مخلوق کے درمیان براہ راست تعلق استوار کرنے کا ایک ایسا ذریعہ، اور پھر اس تعلق میں لامتناہی ترقی کرتے جانے کی وہ کنجی ہے جس کی طرف حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کے ہر بوڑھے، جوان، بچے، مرد وزن کو مستقل توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ اس شمارے میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا اسی موضوع پر ایک پر معارف خطاب شامل کیا گیا ہے تا کہ 'النصرت' کو بھی فرستادۂ خدا کی بابرکت نصائح کو بہنوں تک پہنچانے کی سعادت ملے۔ امید ہے آپ اس سے بھرپور استفادہ کی کوشش کریں گی۔

مزید برآں اس شمارے میں چند ایسے تبلیغی اور لطیف موضوعات کو بھی جگہ دی گئی ہے جو ہماری بہنوں کی ایسی پر مغز سوچ کی آئینہ داری کرتے ہیں جسے پروان چڑھانا اُن عظیم مقاصد میں سے ایک تھا جو لجنہ اماء اللہ کی تنظیم سازی فرماتے ہوئے بانیٔ لجنہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پیشِ نظر تھے۔ امید ہے آپ اپنی لکھاری بہنوں کی کاوشوں سے لطف اندوز ہوں گی بلکہ اس کے مطالعہ کے بعد خود بھی قلم اٹھانے کا وقت نکالیں گی۔ ہمیں آپ کی آراء اور تخلیقی کاوشات موصول کر کے بے حد مسرّت ہو گی۔ جزاکم اللہ

مدیرہ

زیرِ نگرانی	ڈاکٹر فریحہ خان (صدر لجنہ اماء اللہ۔ برطانیہ) لبنیٰ سہیل (سیکریٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ۔ برطانیہ)
مدیرہ	فریدہ بشارت
نائب مدیرہ	صدیقہ سلطانہ، ستارہ جمیل
مجلس اِدارت	قانتہ راشد صاحبہ، نصیرہ نور صاحبہ، سائرہ معاذ صاحبہ
ٹائپنگ، پروف ریڈنگ اور ڈیزائننگ	رافعہ کوثر، عاصمہ بدر، بشریٰ لطیف، ہبہ باقی، خولہ وحید، شمسہ انور
مینیجر	اسماء شاہد
معاونہ	عاطفہ احمد
تصاویر	بشکریہ مخزنِ تصاویر

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 22 جون 2012ء

بمقام مسجد بیت الرحمن۔ واشنگٹن۔ امریکہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ‘ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ احسان ہے کہ اُس نے اس زمانے میں جس شخص کو دنیا کی اعتقادی اور عملی اصلاح کے لئے بھیجا، ہم اُس کے ماننے والے ہیں۔ لیکن اس ایمان لانے کے باوجود ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ افرادِ جماعت کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کے قول اور فعل ویسے نہیں جیسے ہونے چاہئیں۔ بیشک اُن کی گھٹی میں احمدیت رچی ہوئی ہے۔ یعنی اگر اُن سے پوچھو کہ تم احمدی ہو تو بتائیں گے کہ ماشاء اللہ ہمارے دادا پڑدادا احمدی ہوئے تھے، صحابی تھے اور فلاں واقعات اُن کے ایمان اور ایقان کے تاریخ احمدیت اور صحابہ میں درج ہیں۔ بلکہ بعض مجھے بھی بتائیں گے کہ فلاں صحابی کا جو واقعہ آپ نے بیان کیا (گزشتہ کئی خطبوں میں مَیں صحابہ کے واقعات بیان کر تا رہا ہوں) وہ میرے نانا تھے یا پڑنانا تھے یا دادا تھے یا پڑدادا تھے۔ احمدیت پر اُن کا ایمان ایسا ہے کہ دشمن کے حملے اور وار اُن کو احمدیت سے دور نہیں کر سکے۔ جان، مال کی قربانی بھی انہوں نے دی اور اُن کے باپ دادا نے بھی دی۔ اُن میں سے بہت سے آپ میں بھی یہاں بیٹھے ہوں گے، لیکن اس سے بھی ہم انکار نہیں کر سکتے کہ قوموں کی ترقی کبھی نہیں ہو سکتی جب تک ہم اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھیں، جب تک ہم خود اپنے جائزے نہ لیتے رہیں۔

پس اس بات سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ احمدیت میں شامل انہی لوگوں میں بعض عملی کمزوریاں بھی ہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کمزوریاں ہیں، حقوق العباد کی ادائیگی میں کمزوریاں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد تو طبیعتوں میں ایک انقلاب پیدا کر کے چودہ سو سال کے عرصے میں جن اندھیروں نے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا، اُنہیں روشنیوں میں بدلنا تھا۔ یہ مقصد تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی بعثت کا۔ اور ہمارے آباؤ اجداد نے یہ انقلاب اپنے اندر پیدا کیا۔ اندھیروں سے روشنیوں میں آئے۔ ایک انقلابی تبدیلی اپنے اندر پیدا کی، اپنی اعتقادی اور عملی حالتوں میں ہم آہنگی پیدا کی۔ لیکن اگلی نسلوں کے وہ معیار نہیں ہیں۔ پس ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اپنی عملی حالتوں کے معیار اونچے رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اُن معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ جو ہمارے بڑوں نے کئے، چاہے وہ صحابہ تھے یا اُن کے بعد ہونے والے احمدی تھے۔

یہاں امریکہ میں ایک بہت بڑی تعداد افرو امیریکن (-Afro American) کی بھی ہے۔ ان کے بڑوں نے بھی جب احمدیت قبول کی تو بڑی قربانیاں کیں اور اپنی حالتوں میں تبدیلیاں پیدا کیں۔ لیکن آگے جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا وہ حالتیں قائم ہیں؟ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے عمل اور اعتقاد میں کوئی تضاد تو نہیں؟ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد اور نعرے صرف وقتی جذبات تو نہیں؟ جن شرائط پر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ہے اُن کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کے لئے ہم عملی کوشش بھی کر رہے ہیں کہ نہیں؟

پس یہ جائزے ہیں جو ہمیں اپنے ایمان میں ترقی کی طرف لے جانے اور ہمارے اعتقاد اور عمل میں ہم آہنگی پیدا کرنے والے ہوں گے۔ میں اس وقت انہی جائزوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے شرائطِ بیعت میں سے ایک اہم امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اسلام کے بنیادی ارکان میں سے بھی دوسرا اہم رُکن ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی اہمیت کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے اور یہ اہم چیز ہے ''نماز''۔

شرائط بیعت کی تیسری شرط میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سب سے پہلے اس بنیادی رُکن کو لیتے ہوئے فرمایا ہے کہ میری بیعت میں آنے والے یہ عہد کریں کہ ''بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول ادا کرتا رہے گا''۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

یہاں صرف یہی نہیں فرمایا کہ عہد کرو کہ نمازیں ادا کرو گے، بلکہ پنجوقتہ نماز اور ان کی ادائیگی موافق حکم خدا اور رسول ہے۔ اس کی ادائیگی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہونی چاہئے۔ نماز کے بارے میں خدا تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ (البقرۃ:44) اور نمازوں کو قائم کرو۔ نماز کے قیام کا حکم قرآنِ کریم میں بہت سی جگہوں پر ہے، بلکہ سورۃ بقرہ کی ابتدا میں ہی ایمان بالغیب کے بعد اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''انسان کبھی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر تا جب تک کہ اقام الصلوٰۃ نہ کرے''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 346۔ ایڈیشن 2003ء)

اور اس زمانے میں قیامِ نماز کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب خدا تعالیٰ نے خلافت کے وعدے کے ساتھ اس طرف توجہ دلائی ہے کہ خلافت کے انعامات اُن لوگوں کے ساتھ ہی وابستہ ہیں جو نماز کے قیام کی طرف نظر رکھیں گے۔ قیامِ نماز کیا ہے؟ نماز کی باجماعت ادائیگی، باقاعدہ ادائیگی اور وقت پر ادائیگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ (البقرۃ:44)** اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور اکٹھے ہو کر جھکنے والوں کے ساتھ جھکو۔ پس نماز قائم کرنے والوں اور مالی قربانیاں کرنے والوں کی یہ خصوصیت بیان فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ خصوصیت اُن میں ہونی چاہئے کہ وہ ایک جماعتی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں، اور یہی اُنہیں حکم ہے کہ جماعت بنا کر عبادت کرو اور جماعتی طور پر مالی قربانیوں کا بھی ذکر ہے کہ وہ کرو تاکہ اُس کام میں اُس عمل میں جو ایک جماعت پیدا ہونے کی وجہ سے ہوگا، برکت پڑے۔

نمازوں کے باجماعت ثواب کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے والے کو ستائیس گنا ثواب ملتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلاۃ الجماعۃ حدیث:645)

ہم درسوں میں سنتے ہیں، تقریروں میں سنتے ہیں، بچوں کو بھی تقریریں تیار کرواتے ہیں اُس میں بیان کرتے ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو اُس پر پوری توجہ نہیں دی جا رہی ہوتی۔ پس سوائے اشد مجبوری کے اپنی نمازوں کو باجماعت ادا کرنا چاہئے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ اگر جائزے

پس تو یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ نماز باجماعت کی طرف وہ توجہ نہیں جو ہونی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے امریکہ میں مساجد بنانے کی طرف بہت توجہ پیدا ہوئی ہے، لیکن مساجد بنانے کا فائدہ تو تبھی ہے جب اُن کے حق بھی ادا ہوں۔ اور مساجد کے حق اُن کو آباد کرنا ہے۔ اور آبادی کے لئے خدا تعالیٰ نے جو معیار رکھا ہے وہ پانچ وقت مسجد میں آکر نماز ادا کرنا ہے۔ بہت سے لوگ بیشک ایسے ہیں جن کو کام کے اوقات کی وجہ سے پانچ وقت مسجد میں آنا مشکل ہے۔ لیکن فجر، مغرب اور عشاء میں تو یہ عذر نہیں چلتا، اُس پر تو حاضر ہو سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں دنیائے احمدیت میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اِن مغربی ممالک میں رہتے ہیں اور مسجد سے پندرہ بیس میل کے فاصلے پر رہتے ہیں۔ لیکن نمازوں کے لئے مسجد میں آتے ہیں۔ اگر ظہر، عصر کی نمازیں نہ پڑھ سکیں، تو جیسا کہ میں نے کہا، یہ لوگ فجر، مغرب اور عشاء پر ضرور شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تو تقریباً ہر ایک کے پاس سواری ہے، اپنے دنیاوی کاموں کے لئے سواریاں استعمال کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اور اُس کی عبادت کے لئے یہ سواریاں استعمال کریں گے تو ان سواریوں کا مقصد دین کی خدمت بھی بن جائے گا اور آپ کے بھی دین و دنیا دونوں سنور جائیں گے۔ جہاں بہت زیادہ مجبوری ہے وہاں اگر قریب احمدی گھر ہیں تو کسی گھر میں جمع ہو کے گھروں میں باجماعت نماز کی ادائیگی ہو سکتی ہے۔ جہاں اکیلے گھر ہیں وہاں اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ باجماعت نماز کی ادائیگی کی کوشش ہونی چاہئے تاکہ بچوں کو بھی نماز باجماعت کی اہمیت کا پتہ چلے۔ بچوں کو ماں باپ اگر فجر کی نماز کے لئے اُٹھائیں گے تو اُن کو جہاں نماز کی اہمیت کا اندازہ ہو گا وہاں بہت سی لغویات سے بھی وہ بچ جائیں گے۔ جن کو شوق ہے، بعضوں کو رات دیر تک ٹی وی دیکھنے یا انٹرنیٹ پر بیٹھے رہنے کی عادت ہوتی ہے، خاص طور پر ویک اینڈ (weekend) پر تو نماز کے لئے جلدی اُٹھنے کی وجہ سے جلدی سونے کی عادت پڑے گی اور بلاوجہ وقت ضائع نہیں ہو گا۔ خاص طور پر وہ بچے جو جوانی میں قدم رکھ رہے ہیں، اُن کو صبح اُٹھنے کی وجہ سے ان دنیاوی مصروفیات کو اعتدال سے کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔ بعض مجبوریاں بھی ہوتی ہیں، اچھی دیکھنے والی چیزیں بھی ہوتی ہیں، معلوماتی باتیں بھی ہوتی ہیں، اُن سے مَیں نہیں روکتا، لیکن ہر چیز میں ایک اعتدال ہونا چاہئے۔ نمازوں کی ادائیگی کی قیمت پر ان دنیاوی چیزوں کو حاصل کرنا انتہائی بے وقوفی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ چھٹی کے دن بعض مجبوریاں ہوتی ہیں، بعض فیملی کے اپنے پروگرام ہوتے ہیں، چھٹی کے دن اگر فیملی کا کہیں باہر جانے کا پروگرام ہے تو اور بات ہے، لیکن اگر نہیں ہے تو پھر مسجد میں زیادہ سے زیادہ نمازوں کے لئے آنا چاہئے اور بچوں کو ساتھ لانا چاہئے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں جی بچوں کو مسجد میں آنے کی عادت نہیں ہے، بعض بچے بگڑ رہے ہیں۔ اُن کا علاج تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ بچپن سے اُن کو اس بات کی عادت ڈالیں کہ وہ خدا کا حق ادا کریں اور وہ حق نمازوں سے ادا ہوتا ہے۔ بچوں کو بچپن سے اگر یہ احساس ہو کہ نماز ایک بنیادی چیز ہے جس کے بغیر مسلمان مسلمان کہلا ہی نہیں سکتا تو پھر جوانی میں یہ عادت پختہ ہو جاتی ہے اور پھر یہ شکوے بھی نہیں رہیں گے کہ بچے بگڑ گئے۔ تفریح کے لئے بھی اگر جائیں، اگر کوئی پروگرام ایسا ہے تو جہاں دنیاوی دلچسپی کے سامان کر رہے ہیں، وہاں خدا کی رضا کے حصول کے لئے، جہاں بھی ہوں، پوری فیملی وہاں پر باجماعت نماز ادا کرے۔ میرا تو یہ تجربہ ہے اور بہت سے لوگوں کے یہ تجربے ہیں جو مجھے بتاتے ہیں کہ تفریح کی جگہوں پر جب اس طرح میاں بیوی اور بچوں نے نماز کے وقت نماز باجماعت ادا کی تو ارد گرد کے لوگوں میں دلچسپی پیدا ہوئی اور اُن کو دیکھنے لگے اور پھر تبلیغ کے راستے کھلتے ہیں، تعارف حاصل ہوتا ہے۔

عموماً عام دنیا دار کو مسلمانوں کے بارے میں یہی تصور ہے کہ مسلمانوں میں نماز وہی پڑھتے ہیں جو شدت پسند ہیں۔ جب یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ تفریح کرنے والے بچے اور بڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور لباس بھی اُن کے یہاں کے لوگوں کے لباس کے مطابق پہنے ہوئے ہیں، لیکن عبادت میں انہماک ہے تو ضرور توجہ پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ کئی ایسے ہیں جو اپنے تجربات بیان کرتے ہیں کہ کس طرح نماز کی وجہ سے بعض غیروں کی اُن کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور یوں تبلیغ کے راستے کھلے۔ پس کسی قسم کے احساسِ کمتری میں ہمیں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، نہ بچوں کو، نہ بڑوں کو۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا میں دینی اور روحانی انقلاب ہم نے پیدا کرنا ہے، تو یہ دینی اور روحانی انقلاب وہی لوگ پیدا کر سکتے ہیں جو ہر قسم کے احساسِ کمتری سے آزاد ہوں اور اپنے اندر سب سے پہلے دینی اور روحانی انقلاب پیدا کرنے والے ہوں۔ اور یہ دینی اور روحانی انقلاب بغیر عبادت کا حق ادا کئے پیدا نہیں ہو سکتا اور عبادت کے حق کے لئے سب سے اہم اور

ضروری چیز نماز ہے۔ پس اپنی نمازوں کی حفاظت کریں۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔ **حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ (البقرۃ:239)** اپنی نمازوں کی حفاظت کرو۔ حَفَظَ کے معنی ہیں کہ باقاعدگی اختیار کرنا اور پھر اُس کی نگرانی کرنا۔ اور پھر فرمایا ہر اُس نماز کی خاص طور پر نگرانی کرو اور اُس کی حفاظت کرو جو صلوٰۃ وسطیٰ ہے، یعنی جو نماز تمہاری مصروفیات کے درمیان میں آتی ہے، یا وہ نماز جو کسی بھی وجہ سے، دنیاوی مصروفیات کی وجہ سے، وقت پر اور اہتمام کے ساتھ ادا نہ کی جا سکے اُس کی بہر حال خاص طور پر حفاظت کرنی ہے۔ کیونکہ نمازوں کی سستی تمہیں فرمانبرداروں کی فہرست سے باہر نکال دیتی ہے۔ اس لئے نمازوں کی حفاظت کی طرف خدا تعالیٰ توجہ دلاتا ہے اور پھر خاص طور پر اُن نمازوں کی حفاظت اور ادائیگی کی طرف توجہ دلاتا ہے جو تمہارے نفس کی سستی اور دنیاوی مصروفیات کی وجہ سے ادا نہیں ہو رہیں یا اُن کا حق ادا کرتے ہوئے ادا نہیں ہو رہیں۔ بعض جلدی جلدی نماز پڑھ لیتے ہیں یہ نماز کا حق ادا کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُومُوا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ (البقرۃ:239) اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔ یعنی مکمل توجہ نماز پر ہو۔ پھر دنیاوی خیالات اور خواہشات ذہن پر قبضہ نہ کریں۔ ذہن میں یہ ہو کہ جس خدا کے سامنے میں کھڑا ہوں اُس کے احکامات کی کامل اطاعت کرنی ہے۔ پس جب یہ حالت ہوتی ہے تو پھر ایسے نمازیوں کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نمازیں بھی تمہاری حفاظت کرنے والی ہوں گی اور تمہاری نگران بن جائیں گی، تمہیں برائیوں سے روکیں گی، تمہارے گھروں کو برکتوں سے بھر دیں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”مَیں نے اپنی جماعت کو یہی نصیحت کی ہے کہ وہ بے ذوقی اور بے حضوری پیدا کرنے والی نمازیں نہ پڑھیں بلکہ حضورِ قلب کی کوشش کریں جس سے اُن کو سرور اور ذوق حاصل ہو۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 345-346 ایڈیشن 2003ء)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط (العنکبوت:46) کہ یقیناً نماز ناپسندیدہ اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ نماز لغویات اور بری باتوں سے روکتی ہے لیکن ہر نماز نہیں اور ہر نمازی کو نہیں۔ ہر نمازی برائیوں سے نہیں رُک سکتا، صرف وہ نمازی اپنی اصلاح کر سکتا ہے یا نماز اُس نمازی کی اصلاح کرتی ہے جو کامل فرمانبرداری سے ادا کی جائے۔ یہ سمجھ کر ادا کی جائے کہ خدا تعالیٰ میری ہر حرکت و سکون کو دیکھنے والا ہے اور اُس خدا کے سامنے مَیں کھڑا ہوں جو میری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کامل فرمانبرداری والی نمازیں ہیں جو انسان کی حفاظت کرتی ہیں اور نگرانی کرتی ہیں، اور جن گھروں میں پڑھی جاتی ہیں، اُن گھروں کے رنگ ہی کچھ اَور ہو جاتے ہیں۔ پس ایسی نمازوں کی تلاش ہمیں کرنی چاہئے، تبھی ہم اپنے عہدِ بیعت کو حقیقی طور پر نبھا سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو توجہ اپنے دنیاوی کاموں اور خواہشات کی طرف ہو۔ یا کبھی نماز پڑھ لی، کبھی نہ پڑھی۔

پس مَیں پھر کہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ ان ملکوں میں رہنے والے دنیاوی مصروفیات کی وجہ سے نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ گو اب تیسری دنیا میں بھی شہروں میں رہنے والوں کا یہی حال ہے۔ لیکن بہر حال پھر بھی کچھ نہ کچھ ایک ایسی تعداد ہے جو مسجدوں میں جانے والی ہے۔ باوجود اس کے کہ اسلام کے اس اہم دینی فریضہ کی طرف مَیں بار بار توجہ دلاتا ہوں، میرے سے پہلے خلفاء بھی اس طرف بہت توجہ دلاتے رہے۔ اب تو اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے ہمیں ایم ٹی اے کی نعمت سے نواز دیا ہے۔ پہلے اگر خلیفۂ وقت کی آواز دنیا کے ہر خطے میں فوری طور پر نہیں پہنچ رہی تھی تو اب تو فوری طور پر یہ آواز اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کا پیغام ہر جگہ فوری طور پر پہنچ رہا ہے۔ اگر ہم میں سے بعض لوگ خطبات اور تقاریر نہیں سنتے یا سنتے ہیں اور بے دلی سے سنتے ہیں، ایک کان سے سنا اور دوسرے سے نکال دیا تو اُس عہدِ بیعت کو پورا کرنے والے نہیں ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا، جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے، اُس کی پابندی کروں گا، اُس کی کامل اطاعت کروں گا۔ یہ اطاعت سے نکلنے والے عمل ہیں کہ ایک کان سے سنا اور دوسرے سے نکال دیا۔ یہ کامل فرمانبرداری سے دور لے جانے والے عمل ہیں۔

ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ نے بڑا انذار فرمایا ہے۔ فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون:5)۔ پس اُن نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔ یہ غفلت نماز باجماعت کی طرف توجہ نہ دینے سے بھی ہے، باقاعدگی سے نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے بھی ہے۔ پوری توجہ نماز میں رکھنے کی کوشش نہ کرنے کی وجہ سے بھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز میں بعض دفعہ توجہ قائم نہیں رہتی لیکن باربار اپنی توجہ کو نماز کی طرف لانا ضروری ہے اور یہ بھی ایک مطلب ہے اقامت الصلوٰۃ نماز کے کھڑی کرنے کا، نماز کے قیام کا۔ پس بڑے خوف کا مقام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص جس نے مجھے نہیں مانا، غلطیاں کرتا ہے تو بیشک وہ گناہگار ہے۔ لیکن مجھے ماننے والے جو ایک عہدِ بیعت کرتے ہیں اور پھر اُس کی تعمیل نہیں کرتے، زیادہ پوچھے جائیں گے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 182۔ ایڈیشن 2003ء)

پس ہر احمدی پر بہت بڑی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری ادا نہیں ہو سکتی جب تک یہ خیال نہ رہے کہ مَیں نے جو خدا تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر ایک عہدِ بیعت باندھا ہے اس کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہوں۔ پس یہ خیال رہے تبھی ذمہ داری ادا ہو سکتی ہے۔ پس بڑے بھی اپنی ذمہ داریاں سمجھیں اور چھوٹے بھی، مرد بھی اور عورتیں بھی۔

یہاں بہت سے گھروں میں بے سکونی کے جو حالات ہیں وہ اس لئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ نہیں ہے، جس طرح توجہ ہونی چاہئے۔ بعض لوگ میرے سے جب ملاقات کرتے ہیں اور دعا کے لئے کہتے ہیں تو میں عموماً کہا کرتا ہوں کہ اپنے لئے خود بھی دعا کرو اور نمازوں کی طرف توجہ دو۔ اور جب پوچھو کہ باقاعدگی سے نمازیں پڑھتے ہیں؟ تو بعض لوگوں کا جواب نفی میں ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں سے مَیں عموماً یہ کہا کرتا ہوں کہ دین کے ساتھ مذاق نہ کریں۔ دین کو مذاق نہ سمجھیں کہ خود تو نمازوں اور دعاؤں کی عادت نہیں ہے، اُس طرف کوئی توجہ نہیں ہے اور اپنے مسائل اور دنیاوی معاملات کے لئے دعا کے لئے کہہ رہے ہیں۔ پہلے خود تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں، پھر کہیں۔ جب تک خود اپنی حالتوں میں تبدیلی پیدا نہیں کریں گے، یا تبدیلی پیدا کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش نہیں کریں گے، دوسرے کی دعائیں بھی پھر اثر نہیں کریں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو جماعت قائم کرنے آئے تھے وہ ایسے لوگوں کی جماعت تھی جو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے

والے ہیں اور اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں پیر پرستی کو ختم کرنے آیا ہوں۔ فرمایا کہ تم پیر بنو، پیر پرست نہ بنو۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 139 ایڈیشن 2003ء۔)

لیکن جس قسم کے پیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ماننے والوں کو بنانا چاہتے ہیں وہ آجکل کے نام نہاد نیا پرست پیر نہیں ہیں جو ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہماری عبادتوں اور دوسرے حقوق کی ادائیگی کا حق ادا ہو گیا۔ نہ نمازوں کی ضرورت ہے، نہ عبادتوں کی ضرورت ہے۔ نمازوں سے یہ لوگ کوسوں دور ہوتے ہیں۔ خود نمازیں نہیں پڑھتے اور اپنے مریدوں کو بھی نمازوں کے لئے یہی کہتے ہیں کہ کوئی ضرورت نہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ ایسے پیر اور ایسے سیّد ہدایت کی طرف لے جانے والے نہیں، بلکہ گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا ہے، اُن کی ایک ہمشیرہ تھیں، رشتہ دار، کسی پیر صاحب کی مرید تھیں، پیر صاحب نے ان کی ہمشیرہ کے دماغ میں یہ بٹھا

دیا تھا کہ میرے مریدوں کو نمازوں اور عبادتوں کی ضرورت نہیں۔ پس میری مریدی اختیار کرلو۔ کچھ وظائف میں نے بتادیئے ہیں وہ کرلو، یہ کافی ہیں، بخشے جاؤ گے۔ تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے اُنہیں ایک دن کہا کہ پیر صاحب سے پوچھو کہ حساب کتاب والے دن جب خدا تعالیٰ نیکیوں اور عبادتوں کے بارے میں پوچھے گا تو کیا جواب دوں؟ جب فرشتے میرا جنت کا راستہ روکیں گے، میری نیکیوں کے بارے میں سوال ہو گا تو کیا جواب دوں؟ خیر انہوں نے اپنے پیر صاحب سے پوچھا تو کہنے لگے کہ فرشتے تمہارا راستہ روکیں تو کہہ دینا کہ میں فلاں پیر اور سید زادے کی ماننے والی ہوں تو وہ تمہارا راستہ صاف کردیں گے۔ اور رہا میرا سوال (پیر صاحب کا) تو جب مجھ سے پوچھیں گے تو مَیں کہوں گا کہ کربلا کے میدان میں میرے بڑوں نے جو قربانیاں دی ہیں، اُن کو بھول گئے ہو؟ نواسۂ رسول نے جس کی نسل سے مَیں ہوں، جو قربانی دی ہے، اُس کو بھول گئے ہو؟ تو فرشتے اس بات پر شرمندہ ہو جائیں گے اور راستہ چھوڑ دیں گے اور مَیں اکڑتا ہوا جنت میں چلا جاؤں گا۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 208)

تو یہ ہے ان لوگوں کے پیروں کا حال۔ ہم نے یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں نے ایسا پیر نہیں بننا۔ ہم نے تو اپنے اندر وہ انقلابی تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں جو ہماری حالتوں میں انقلاب لانے والی ہوں، ہمارے بچوں اور ہماری نسلوں کی حالتوں میں انقلاب لانے والی ہوں اور اس معاشرے میں روحانی انقلاب لانے والی ہوں۔

پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ صرف ہمارا اعتقاد ہمیں نہیں بچائے گا، نہ ہمارا اعتقاد انقلابی تبدیلیاں لائے گا بلکہ ہمارے عمل ہیں جو انقلاب لائیں گے انشاء اللہ۔ اور سب سے بڑھ کر ہماری دعائیں ہیں جو جب اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا تو دنیا میں ایک انقلاب برپا ہو گا اور دعائیں کرنے کا بہترین ذریعہ نمازیں ہی ہیں۔ پس اپنی نمازوں کی حفاظت ہر احمدی کا فرض ہے اور جب مجموعی طور پر تمام دنیا کے رہنے والے احمدیوں کا رُخ ایک طرف ہو گا تو یہ دعاؤں کے دھارے ایک انقلاب لانے کا باعث بنیں گے۔

پس خلافت کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ اپنی نمازوں کی طرف توجہ دے تا کہ وہ انقلاب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہے، جس کے نتیجے میں دنیا کی اکثریت نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہونا ہے، وہ جو دعاؤں کے ذریعے سے عمل میں آنا ہے، وہ عمل میں آئے۔ پس ہر احمدی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھے اور اپنی نمازوں کی حفاظت، اپنی اولاد کی نمازوں کی حفاظت کی طرف توجہ دے تا کہ ہم جلد تمام دنیا پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لہراتا ہوا دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے رحم کو ہم بھی اور ہماری نسلیں بھی جذب کرنے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا رحم بھی نمازوں کا حق ادا کرتے ہوئے اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ جو خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے، اُن پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ ”اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے“ (النور:57)

پس ہم نے اگر اللہ تعالیٰ کے رحم حاصل کرنے والا بننا ہے تو اپنی نمازوں کی حفاظت اور اُس کے قیام کی بھی کوشش کرنی ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار مختلف رنگ میں اپنے ماننے والوں کو نمازوں کی طرف توجہ دلائی ہے تا کہ جہاں ہم بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں، خدا تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں، وہاں اللہ تعالیٰ کے رحم سے حصہ لے کر اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بھی ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔ ”اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت میں شمار کرتے ہو، آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو“۔ فرمایا: ”یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہو گا“۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

پھر آپ فرماتے ہیں: ”نماز کیا چیز ہے؟ وہ دُعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرّع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو۔ کیونکہ اُن کی نماز اور اُن کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے، باقی اپنی تمام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کیا کرو تا کہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 68 - 69)

پس یہ کیفیت ہے جو نمازوں میں ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی

چاہئے اور یہ عجز و نیاز پھر خدا تعالیٰ کی رحمت کو کھینچنے کا باعث بنتا ہے۔ پھر ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے ہو جاتے ہیں۔ اور ایسی ہی نمازیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری دیکھنا چاہتے ہیں۔

کے ذریعہ سے آسمان انسان پر جھک پڑتا ہے"۔(یعنی اللہ تعالیٰ پھر قبولیتِ دعا کے نظارے دکھاتا ہے) فرمایا"نماز کا حق ادا کرنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ مَیں مر گیا اور اس کی روح گداز ہو کر خدا کے آستانہ پر گر پڑی ہے۔............ جس گھر میں اس قسم کی نماز ہو گی وہ گھر کبھی تباہ نہ ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر نوحؑ کے وقت میں یہ نماز ہوتی تو وہ قوم کبھی تباہ نہ ہوتی"۔ فرمایا"حج بھی انسان کے لیے مشروط ہے، روزہ بھی مشروط ہے، زکوۃ بھی مشروط ہے مگر نماز مشروط نہیں"۔(یعنی باقی سب عبادتیں جو ہیں اُن کی بعض شرائط ہیں۔ وہ شرائط پوری ہوتی ہوں تو ادائیگی ہو گی، ورنہ فرض نہیں ہیں۔ لیکن نماز ہر صورت میں لازمی ہے۔ انسان مسافر ہے، مریض ہے، کیسی بھی حالت ہے، اگر ہوش و حواس میں ہے تو نماز فرض ہے) فرمایا"سب ایک سال میں ایک ایک دفعہ ہیں" (یہ مشروط بھی ہیں اور ایک سال میں ایک دفعہ ہیں)"مگر اس کا حکم (یعنی نماز کا حکم) ہر روز پانچ دفعہ ادا کرنے کا ہے"۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 627۔ ایڈیشن 2003ء)

اس لئے جب تک پوری پوری نماز نہ ہو گی تو وہ برکات بھی نہ ہوں گی جو اس سے حاصل ہوتی ہیں اور نہ اس بیعت کا کچھ فائدہ حاصل ہو گا۔

پس یہ قیامِ نماز اور حفاظتِ نماز کے اُس الٰہی ارشاد کی کچھ وضاحت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے اور جس کی آپ نے ہر احمدی سے توقع رکھی ہے۔ فرمایا کہ، ورنہ بیعت کرنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا، اس کی اہمیت کو ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے تاکہ ہم اپنے عمل سے ثابت کریں اور دنیا کو بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر ہم میں وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں جس نے ہمیں خدا سے ملایا ہے۔ اب بہت سارے نئی بیعت کرنے والے میں نے دیکھے ہیں، اُن کے خطوط آتے ہیں، اُن میں ان نمازوں کی وجہ سے ایک انقلاب اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا ہے۔ پس ہر احمدی کو خاص طور پر پرانے احمدیوں کی اولادوں کو اس کو یاد رکھنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نمازوں کے ایسے ذوق اور حضور کی کیفیت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہے، اس لئے تم سب سے پہلے یہی دعا خدا تعالیٰ سے کرو کہ:"اے اللہ! مجھ میں قرب کی یہ حالت پیدا ہو جائے۔ اس کے لئے آپ نے ہمیں ایک دعا سکھائی۔ فرماتے ہیں کہ یہ دعا کیا کرو کہ"اے اللہ تو مجھے دیکھتا ہے کہ مَیں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور مَیں اس وقت بالکل مردہ حالت میں ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو مَیں تیری طرف آ جاؤں گا(یعنی اس دنیا سے رخصت ہونے کا بلاوا آ جائے گا)"اس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا۔ لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے۔ تُو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا اُنس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے۔ تُو ایسا فضل کر کہ مَیں نابینا نہ اٹھوں اور اندھوں میں نہ جا ملوں"۔

فرمایا"جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا (باقاعدگی اختیار کرے گا) تو وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی جو رقت پیدا کر دے گی"۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 616۔ ایڈیشن 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی نمازیں نصیب فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر

چند اعتراضات کے جواب

(پروفیسر امۃ الرزاق کارمائیکل۔ برمنگھم ویسٹ)

رسول اللہ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمۃ العالمین بنا کر بھیجا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذمہ دنیا بھر کی اصلاح کی ذمہ داری لگائی اور آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد دنیا کو خدائے واحد و یگانہ کا خوبصورت اور نورانی چہرہ دکھانا تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے یہ ذمہ داری نہایت احسن رنگ میں نبھائی۔ خدا تعالیٰ کا پیغام دنیا تک پہنچانے کے لیے آپ ﷺ نے سر دھڑ کی بازی لگا دی اور بہت سی نیک روحوں کو خدا تعالیٰ کے قریب لانے کا موجب ہوئے۔ یہ ایک دردناک حقیقت ہے کہ جب اللہ کے بندے اللہ پر ایمان نہیں لانا چاہتے تو خدا کے پیغبروں کو جھٹلاتے ہیں۔ ان پر اور ان کے ماننے والوں پر سختیاں روا رکھتے ہیں اور ان پر جھوٹے الزامات کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ فی زمانہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلقِ خدا نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم سے کنارہ کر لیا ہے۔ دونوں اپنے اور بیگانے اپنے الفاظ اور عمل سے اس رحمۃ للعالمین ﷺ پر مختلف اعتراضات کروانے کا موجب ہو رہے ہیں۔ لگانے والے تو بہت سے اعتراض کرتے ہیں۔ اس مضمون میں عام طور پر لگائے جانے والے اعتراضات کا جواب دینے کی عاجزانہ سعی کروں گی۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

رسولِ پاک ﷺ کی ذاتِ مبارک پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے تلوار کے ذریعہ اسلام پھیلایا ہے۔ اسلام جس کے معنی ہی امن اور سلامتی کے ہیں، تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ ہمارے پیارے آقا و مولا ﷺ تو محبت سے لوگوں کا دل جیتنے آئے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے آزاد کردہ غلام بھی ان کے قرب کی جنت کو چھوڑ کر اپنے والدین کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئے۔ کیا تلوار سے ایسی محبتیں جیتی جا سکتی ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ضمن میں فرماتے ہیں: ”خدا تو قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔ **لا اکراہ فی الدین** (البقرہ: 257) یعنی دین اسلام میں جبر نہیں، تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا۔ اور جبر کے کون سے سامان تھے۔ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کیے جاتے ہیں ان کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے، باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دے دیں اور دین کو دشمن کے

حملہ سے بچانے کے لیے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹادیں اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں۔‘‘

(پیغام صلح روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 468)

قرآنِ پاک کی تعلیم جبری اشاعتِ اسلام سے منع کرتی ہے۔ سورۃ کہف آیت 30 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ

ترجمہ: اور کہہ دے حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو۔ پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔

(ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ کوئی شخص جبراً مسلمان نہیں بنایا گیا۔ حتیٰ کہ اپنے اوپر حملہ آور ہونے والے اور ظلم کرنے والے جانی دشمنوں کے متعلق فرمایا کہ اب بھی اگر یہ کلمۂ توحید پڑھ لیں تو ہماری ان سے کوئی لڑائی نہیں۔ گویا ہماری تلواریں جو اپنے دفاع کے لیے اٹھی تھیں کلمہ کے احترام میں پھر میانوں میں واپس چلی جائیں گی۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے کلمۂ توحید کا اقرار کرنے پر جانی دشمن کو امان دینے کا حکم دیا۔

اسلام صرف دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ ہمارے آقا و مولا ﷺ نے 13 سال انتہائی سخت اذیتیں نہایت صبر سے اور شدید کسمپرسی کے عالم میں گزارے اور مکہ میں 13 سال کفارِ مکہ کے مظالم کا نشانہ بنتے رہے آپ ﷺ نے دفاعی جنگ اس حال میں کی جب خدا تعالیٰ نے اجازت دی:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (٣٩) الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (٤٠)

ان لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیے گئے۔ اور یقیناً ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔،، (یعنی) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع ان میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) غلبہ والا ہے۔

(سورۃ الحج آیت 40 تا 41 ترجمہ از خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

تلوار سے پھیلنے والا مذہب ایسے مسلمان بنا ہی نہیں سکتا جن کے اخلاص، قربانی اور غیرتِ ایمان کا کوئی مثل ہی نہ ہو۔ ابو جہل جو اسلام کا سخت دشمن تھا، اس کا بیٹا اسلام لایا اور عکرمہؓ نے اسلام کی راہ میں مالی قربانی کرنے میں مثال قائم کر دی اور پھر اسی دینِ حق کی خاطر لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ کیا یہ تلوار سے ڈر کر مسلمان ہونے والوں کی مثال ہو سکتی ہے۔

رسول ﷺ کی ساری زندگی ہی صلح کرنے اور کرانے میں گزری۔ صلح حدیبیہ کی سخت شرطیں جنہیں کچھ مسلمانوں نے باعثِ ذلت سمجھا۔ اس حقیقت کا زندہ نشان ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تلوار کے جہاد کے شائق نہ تھے۔ آپ ﷺ صلح چاہتے تھے اور بعض اوقات انتہائی کڑی شرطوں پر بھی صلح کر کے امن و سلامتی کو فروغ دیتے تھے۔ اور دنیا نے دیکھا کہ اسلام صلح کے دور میں ہی پھیلا اور صلح حدیبیہ کے بعد تقریباً دو سال میں مسلمانوں کی تعداد 10،000 تک پہنچ گئی۔ دورانِ صلح تبلیغ کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں اور کمزور طبائع بھی بے خوف ہو کر اسلام قبول کر لیتی ہیں۔ رسولِ پاک ﷺ نے اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلایا۔ فتح مکہ کے بعد بہت سے قریش کفر پر قائم رہے، کسی کو جبر سے مسلمان نہ بنایا گیا۔ حضرت ابو طالب نے آخری دم تک اسلام قبول نہ کیا اور صرف یہ ایک حقیقت بھی ایک مضبوط ثبوت پیش کرتی ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلایا۔

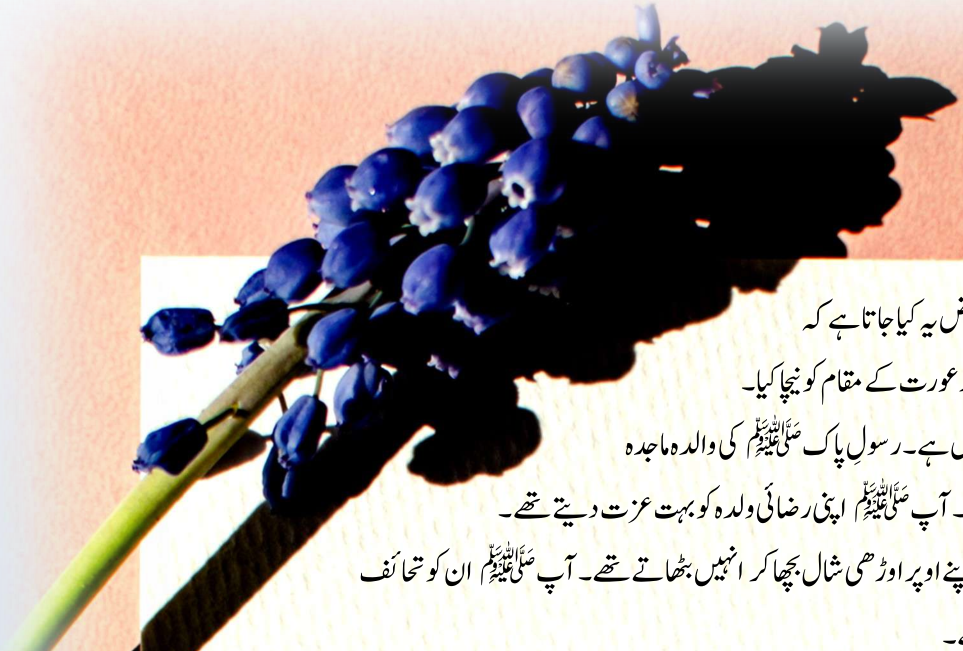

ہمارے پیارے آقا ﷺ پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ
انہوں نے عورت کی آزادی کو سلب کیا اور عورت کے مقام کو نیچا کیا۔
یہ ایک صریحاً غلط اور جہالت پر مبنی اعتراض ہے۔ رسولِ پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ
آپ ﷺ کی کمسنی میں ہی وفات پا گئیں۔ آپ ﷺ اپنی رضائی ولدہ کو بہت عزت دیتے تھے۔
جب آپ تشریف لاتیں تو ان کے لیے اپنے اوپر اوڑھی شال بچھا کر انہیں بٹھاتے تھے۔ آپ ﷺ ان کو تحائف دیتے اور مشکل وقت میں ان کی مدد کرتے۔

آپ ﷺ اپنی بیویوں سے بہت محبت، عزت اور سمجھوتے کا برتاؤ کرتے تھے۔ ان کا ہاتھ بٹا دیتے، گھر میں ان کی مدد کرتے، ان کی ذہنی، جسمانی اور روحانی صحت و ترقی کا خیال رکھتے۔ ان سے مشورہ لیتے اور پھر اس پر عمل بھی کرتے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت امِ سلمہؓ کے مشورہ پر عمل کیا اور خود قربانی کی اور بال منڈوائے تو شکستہ دل صحابہ نے فوراً آپ ﷺ کی پیروی کی۔
(ماخوذ از مطہر عائلی زندگی، مصنفہ امۃ الرفیق ظفر، صفحہ 60)

رسول ﷺ کی تعددِ ازدواج پر بھی مغربی دنیا میں بے حد اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ معترضین یہ بھول جاتے ہیں کہ حتیٰ الوسع ایک سے زیادہ شادیاں کرنا انبیاء علیہ السلام کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داودؑ اور حضرت سلیمانؑ کے تعدد ازدواج کا ذکر الہامی کتابوں میں موجود ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کی شادیوں کی وجہ سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام میں شادی کی حکمت سے آگاہی حاصل کی جائے۔
اسلام میں شادی کی تاکید کی گئی ہے۔ شادی سے انسان کو کئی طرح کی اغراض حاصل ہوتی ہیں۔ شادی سے جسمانی ضروریات احسن رنگ میں پوری ہوتی ہیں اور انسان جسمانی، اخلاقی اور روحانی بیماریوں اور ان کے بد نتائج سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ شادی سے انسانی نسل آگے چلتی ہے۔ ایک رفیقِ حیات انسان کو سکون اور اطمینانِ قلب عطا کرتا ہے۔ اور شادی کی وجہ سے محبت اور رحمت کے تعلقات میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

اسلام میں خاص حالات میں تعدد ازدواج کی اجازت ہے مگر یہ ایک لازمی حکم نہیں ہے۔ اسلام میں پچھلے تمام مذاہب کے برعکس بیویوں کی تعداد کو چار تک محدود کر دیا ہے۔ رسول ﷺ کی کئی شادیوں کے پیچھے خاص طور پر دو اغراض تھیں۔

پہلی غرض تو یہ تھی کہ اپنے نمونے سے کچھ جاہلانہ رسم و رواج کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ جو رسمیں عربوں میں راسخ ہو گئیں تھیں ان کا توڑنا سوائے رسول ﷺ کے عملی نمونہ کے ممکن نہیں تھا۔ متنبیٰ یا منہ بولا بیٹا بنا لینے کی رسم عربوں میں بہت رواج پا چکی تھی۔ یہ خدائی حکم ہے کہ کسی کو بیٹا کہہ دینے سے وہ بیٹا نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا جب زیدؓ بن حارثہ نے حضرت زینبؓ بنت جحش کو طلاق دی تو رسول ﷺ نے اللہ کے حکم کے تحت حضرت زینبؓ سے شادی کر کے اس جاہلانہ رسم کا خاتمہ کیا۔ حضرت سودہؓ ایک بیوہ خاتون تھیں۔ ان سے شادی کر کے رسول ﷺ نے اس رسم کا خاتمہ کیا کہ بیوہ ساری زندگی اپنے مرحوم خاوند کی یاد میں گزار دے یا ترکے میں مال و زر کی طرح بانٹی جائے۔

دوسری وجہ رسول ﷺ کی تعدد ازدواج کی قرآنِ پاک میں بیان ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب ۲۸—۲۹)

اے نبی !اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مالی فائدہ پہنچاؤں اور عمدگی کے ساتھ تمہیں رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے حسنِ عمل کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔

(ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

یعنی رسول ﷺ کی شادیوں کی غرض یہ تھی کہ آپ مناسب خواتین کو اپنے ساتھ رکھ کر ان کو مسلمان عورتوں کی تعلیم اور تربیت کے لیے تیار کر سکیں۔ عورتوں کے لیے نبی اللہ ﷺ سے براہِ راست کچھ سیکھنے کے مواقع کم تھے۔ کچھ عورتیں اپنی حیا کی وجہ سے بہت آزادی سے اپنے مخصوص مسائل نہیں پوچھ سکتیں اور اس پر یہ بھی مسلمّہ حقیقت ہے کہ عورتیں جاہلانہ رسوم کی پابندی جلدی کر لیتی ہیں اور انہیں چھوڑنے پر بھی آرام سے تیار نہیں ہوتیں۔

اس وجہ سے رسول ﷺ کی بیویوں کی تربیت کے ذریعہ ایک نئی شریعت اور نیا نظام معاشرے میں رچا بسا دیا گیا۔ عورتوں نے جلد ہی نئی تہذیب اور شریعت کو اپنا لیا۔ اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ کی خدمات زریں حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپؓ کو رسولِ پاک ﷺ کی صحبت میں علم و دانش اور تفقہ فی الدین عطا ہوا جس نے رہتی دنیا تک مسلمان مردوں اور عورتوں کی دینی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

آنحضرت ﷺ کی شادیاں نفسانی اغراض کے ماتحت نہیں تھیں بلکہ دینی اغراض کے ماتحت تھیں جیسا کہ ان میں سے کئی سن رسیدہ تھیں۔ ان میں سے بعض امہات المومنین کے پہلے شوہروں کی اولاد بھی تھی۔ ان یتامیٰ کی جہاں آپ ﷺ نے کفالت کی وہاں ان کی براہِ راست تربیت بھی کی۔ بعض قبائلی سرداران اور رؤسا کی بیٹیاں تھیں جن سے عقد کی وجہ سے ان کی قوم سے جو تعلق پیدا ہوا اس سے تالیفِ قلوب جیسی بہت سی برکات حاصل ہوئیں۔

سو خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے تعدد ازدواج ایک خاص مقصد کے تحت فرمایا۔ آپ ﷺ نے جاہلانہ رسومات کو توڑا اور مسلمان مرد اور عورتوں کی تعلیم و تربیت کی احسن رنگ میں بنیاد رکھنے کے لیے کئی سمجھدار اور عالم خواتین کی تربیت کی جنہوں نے یہ شریعت گھر گھر پہنچا دی۔ رسولِ پاک ﷺ کی ذاتِ بابرکات انسانیت کے لیے رحمت تھی۔ آپ ﷺ بندہ کو اپنے خدا سے ملانے کے لیے دن رات کوشاں تھے۔ سخت دکھ اور افسوس کا مقام ہے کہ لوگوں نے بے جا اعتراضات کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کو سمجھ عطا کرے اور دنیا کو توفیق دے کہ وہ رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا صحیح مقام پہچان سکیں۔ آمین۔

(بحوالہ سیرت خاتم النبیین۔ پرنٹ ویل پریس۔ انڈیا 2004۔ صفحہ نمبر 432 تا 434، صفحہ نمبر 442 تا 444)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کا آسمانی و ادبی مقام

(فریدہ بشارت، Stevenage North)

حاضرین! گلستانِ علم و ادب کی سب بہاریں اور اونچائیاں ’استفادہ‘ کی کسوٹی پر رکھی جاتی ہیں۔ کوئی علمی تخلیق یا ادبی شہ پارہ تب تک استفادہ کے اصول پر پورا نہیں اترتا جب تک کہ وہ لوگوں کے لیے چراغِ راہ کا کام دینے کی قابلیت نہ رکھتا ہو۔ ایک صاحبِ طرز اور قادرالکلام قلمطراز وہ ہے جس کے قلم کی تاثیر آفاقی ہو، ایسی کہ پڑھنے والے کے دماغ پہ حکمرانی کرے اور اس کا علمی ورثہ لوگوں کا سرمایۂ حیات بن جائے۔

یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں ایک ایسے عظیم محسنِ انسانیت کی تصانیف کی بات کر رہی ہوں جن کے قلم کی سیاہی میں خود خدائے پاک کی نکتہ آفرینی جھلکی اور تاریخ کی آنکھوں نے اس قلم کی ایک جنبش سے ایک سے ہزار اور ہزار سے لاکھوں چراغ روشن ہوتے دیکھے۔

’و اذا الصحف نشرت‘ کی تفسیر، سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی تیغِ براہین سے دجالی قوتوں کے سر قلم ہوئے، جن کی کتب کی چاشنی سے حقیقتِ اسلام ثریا سے واپس لوٹی، وہ خود اپنی تحریرات کے بارے میں بڑی ہی سادگی سے فرماتے ہیں:

”یہ مقام دارالحرب ہے پادریوں کے مقابلے میں۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہر گز بیکار نہ بیٹھیں۔ مگر یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہم رنگ ہو۔ جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقارِ علی فرمایا۔“

(تذکرہ صفحہ 58، بحوالہ الفضل 27 مارچ 2021ء)

1879ء کی ”پرانی تحریریں“ سے لے کر 1908ء کی پیغام صلح تک آپؑ کی اردو دانی اور بیان مستقل ارتقاء کے عمل میں دکھائی دیتے ہیں لیکن اس میں سے خواہ کسی بھی دور کی تحریر کا نمونہ لیں، دوسرے لوگوں کی اردو اور اس تحریر کی اردو میں نمایاں فرق ہے۔

جس طرح حقیقی فتح وہ نہیں کہ نفوس کو قید کر لے بلکہ وہ ہے جو روح کو آزاد کر دے اسی طرح بلاغت وہ شے نہیں جو نمائشی آرائش سے دل موہ لے، بلاغت وہ شے ہے جو ذہنوں کا زنگ دور کرے، فصاحت وہ نہیں جو زبان دانی کا اظہار کرے، فصاحت وہ ہے جس سے قوت قدسیہ جھلکے۔ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کے دوستوں کو وہ حسن بیان اور معارف عطا کئے جاتے ہیں جو اہل زبان کو نہیں ملتے۔

اب میں آپ کو بتاتی ہوں کہ اس زندہ کلام کی بنیادیں کہاں ہیں۔ حضور انورؓ کی عمارتِ کلام کا اول ستون ہے دلائل از قرآن۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا علمی و ادبی مقام معجزاتی کیوں نہ ہو جب آپ کے تمام مخاطبہ کی جڑھ کلامِ الٰہی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:

"ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارفِ حقائقِ قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں اور وہ بلاغت جو ایک بیہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہو گئی تھی اس کو کلام الٰہی کا خادم بنایا جائے۔"

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 437، بحوالہ الفضل 25 فروری 2021ء)

آپ علیہ السلام کے خزائن کا دوسرا بڑا اعجاز عشق رسول ہے۔ آپؑ کی تحریرات اور منظوم کلام پڑھ کر کئی دشمن بھی یہ گواہی دینے پر مجبور ہو گئے کہ امت محمدیہ میں مسیح موعود علیہ السلام سے بڑا عاشق رسول ﷺ ڈھونڈے سے نہیں مل سکتا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی ﷺ کے ذریعہ پائی ہے اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اُسی کامل نبی ﷺ کے ذریعہ سے اور اسی کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی ﷺ کے ذریعہ ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدائت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 911، بحوالہ الفضل 27 مارچ 2021ء)

آپ علیہ السلام کی عمارتِ کلام کا تیسرا بنیادی ستون ہے خدائی نصرت۔ آپ علیہ السلام کے کلام میں خدائی نصرت و تائید حد سے زیادہ نمایاں ہے تبھی تو بار بار مقابلہ کے چیلنج اور انعام کے اعلانات کے باوجود ہمیشہ مخالفین نے نامرادی کا منہ دیکھا۔ یہاں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک قول یاد آتا ہے جو بڑی ہی خوبصورتی سے آپ علیہ السلام کی تصنیفات کی روحانی تاثیر بیان کر دیتا ہے۔ فرمایا:

"اس خیال میں میرے مخالف سراسر سچ پر ہیں کہ یہ اس شخص کا کام نہیں کوئی اور پوشیدہ طور پر اس کو مدد دیتا ہے سو میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں ایک اور ہے جو مجھے مدد دیتا ہے لیکن وہ انسان نہیں بلکہ وہی قادر و توانا ہے جسکے آستانہ پر ہمارا سر ہے۔"

(اعجاز المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 2 بحوالہ الفضل 27 مارچ 2021ء)

آپؑ کے قلم کی کاٹ لرزہ خیز اس لئے ہے کہ آپؑ کا مقصد کبھی بھی اپنی ذاتی بصیرت کی دھاک بٹھانا نہیں تا بلکہ دنیا کے سامنے ان کی تفسیر پیش کرنا اور اسلام کے ایک زندہ مذہب ہونے کا ثبوت دینا تھا۔ اور آپؑ کے اس علمی معرکے کی دوست تو الگ دشمنوں نے بھی داد دی۔ کبھی نام نہاد خائن علماء نے خفیہ ادبی سرقہ کا مورد ہو کر اور کبھی انصاف پسندوں نے جرأت کے ساتھ اعلانیہ!

جیسا کہ مرزا حیرت دہلوی نے کرزن گزٹ کے یکم جون 1908ء کے شمارہ میں لکھا کہ:

"اس کے قلم میں اتنی قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ایک پُر جذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا ہے اور جب وہ لکھنے بیٹھتا ہے تو جچے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے...واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔"

(بحوالہ الفضل 27 مارچ 2021ء)

آخر پر حضرت مصلح موعودؓ کی یہ نصیحت آپ کو یاد کراتی چلوں۔

آپؓ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 10 / جولائی 1931ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزہ "سلطان القلم" کے تعلق میں فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے دنیا میں جو بہت سی برکات ظاہر ہوئی ہیں ان میں سے ایک بڑی برکت آپؑ کا طرز تحریر بھی ہے۔ جس طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے الفاظ جو ان کے حواریوں نے جمع کیے ہیں یا کسی وقت جمع ہوئے ان سے آپ کا خاص طرزِ انشاء ظاہر ہوتا ہے اور بڑے بڑے ماہرین تحریر اس کی نقل کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرز تحریر بھی بالکل جداگانہ ہے۔ اور اس کے اندر اس قسم کی روانی، زور اور سلاست پائی جاتی ہے کہ باوجود سادہ الفاظ کے، باوجود اس کے کہ وہ ایسے مضامین پر مشتمل ہے جن سے عام طور پر دنیا ناواقف نہیں ہوتی اور باوجود اس کے کہ انبیاء کا کام مبالغہ، جھوٹ اور نمائشی آرائش سے خالی ہوتا ہے اس کے اندر ایک ایسا جذب اور کشش پائی جاتی ہے کہ جوں جوں انسان اسے پڑھتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے الفاظ سے بجلی کی تاریں نکل نکل کر جسم کے گرد لپٹتی جا رہی ہیں۔ اور جس طرح جب ایک زمیندار گھاس والی زمین پر ہل چلانے کے بعد سہاگہ پھیرتا ہے تو سہاگہ کے ارد گرد گھاس لپٹتا جاتا ہے اسی طرح معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر انسانوں کے قلوب کو اپنے ساتھ لپیٹتی جا رہی ہے۔ اور یہ انتہاء درجہ کی ناشکری اور بے قدری ہوگی اگر ہم اس عظیم الشان طرز تحریر کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے طرز تحریر کو اس کے مطابق نہ بنائیں۔"

(بحوالہ الفضل 27 مارچ 2021ء)

خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِكُمْ

(خنساء رفعت۔ Bexley Greenwich)

رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے تمام نہایت حسین پہلوؤں میں سے ایک پہلو خواتین سے حسن سلوک بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں رسول اکرم ﷺ کی ہی ذات گرامی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں عورتوں کی صحیح تربیت کی اہمیت واضح فرمائی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کو جو عزت و عظمت کا مقام دیا، جس طرح ان کے حقوق کا خیال رکھا اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے حصولِ علم کو مرد کی طرح عورت کے لئے بھی واجب قرار دیا۔ آپ ﷺ نے مختلف احادیث میں عورت کے ساتھ بہترین سلوک کی تلقین فرمائی۔ نبی کریم ﷺ کی نظر میں اچھی عورت، نماز اور خوشبو کے ساتھ، دنیا کی تین سب سے قیمتی متاعوں میں شامل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے صرف غلاموں کو ہی آقا کے برابر کھڑا نہیں کیا بلکہ صدیوں سے ظلم و ستم کا شکار بنی عورت کو بھی عزت و شرف کے سب سے اونچے مقام پر بٹھایا اور ان کا جائز مقام دلایا۔ نبی کریم ﷺ نے ربِ کائنات کا یہ ارشاد ہم تک پہنچایا کہ ’ہم نے انسان کو ایک جان سے پیدا کیا، اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا، اور ان کے درمیان محبت پیدا فرمائی‘۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِكُمْ

ترجمہ: مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ اور تم میں سے خُلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے۔

(ترمذی کتاب النکاح باب حق المراۃ علی زوجھا حدیث نمبر 1082)

یہ اکمل المومنین یعنی کامل ترین مومن محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کون ہو سکتا تھا اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل و عیال سے حسن سلوک کرنے والا ہوں۔“

(ابن ماجہ کتاب انکاح باب حسن معاشرۃ النساء حدیث نمبر 1967)

آنحضرت ﷺ کے متعلق آپ ﷺ کے اہل بیت کا بیان ہے آپ ﷺ گھر میں بلند آواز سے کلام نہیں کرتے تھے۔ نہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر برا مناتے ہیں بلکہ ایک لازوال بشاشت اور غیر مفتوح مسکراہٹ ہر وقت قائم رہتی ہے۔ ازواج کہتی ہیں آپ ﷺ سب سے نرم خُو، اخلاق کریمانہ کی بارشیں برسانے والے اور بہت مسکرانے والے ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص 365)

حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کوئی درشت کلمہ اپنی زبان پر نہ لاتے۔ نیز فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خو تھے اور سب سے زیادہ کریم۔ عام آدمیوں کی طرح بلا تکلف گھر میں رہنے والے، آپ ﷺ نے نے منہ پر کبھی تیوری نہیں چڑھائی ہمیشہ مسکراتے ہی رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا یہ بھی بیان ہے کہ اپنی ساری زندگی میں آنحضرت ﷺ نے اپنے کسی خادم یا بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

(شمائل الترمذی باب فی خلق رسول اللہ)

حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب میں بیاہ کر آئی تو میں حضور ﷺ کے گھر میں بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی ہوتی تھیں جو میرے ساتھ مل کر گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ جب حضور ﷺ گھر تشریف لاتے (اور ہم کھیل رہی ہوتیں) تو میری سہیلیاں حضور ﷺ کو دیکھ کر ادھر اُدھر کھسک جاتیں لیکن حضور ﷺ ان سب کو اکٹھا کر کے میرے پاس لے آتے اور پھر وہ میرے ساتھ مل کر کھیلتی رہتیں۔

(صحیح بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس)

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب حضور ﷺ جنگ تبوک سے واپس آئے یا شاید یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور ﷺ غزوۂ خیبر سے واپس آئے تو میرے پاس تشریف لائے۔ ان کے صحن میں ایک جگہ پردہ لٹک رہا تھا، ہوا کا ایک جھونکا آیا تو اس پردہ کا ایک سرا ہٹ گیا۔ اس پردہ کے پیچھے حضرت عائشہؓ کی گڑیاں رکھی تھیں پردہ ہٹا تو وہ نظر آنے لگیں۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا 'عائشہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا 'کہ میری گڑیاں ہیں'۔ حضور ﷺ کی نظر پڑی تو دیکھا کہ ان گڑیوں کے درمیان میں ایک گھوڑا کھڑا ہے جس کے چمڑے کے پر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا 'مجھے ان گڑیوں کے درمیان کیا نظر آرہا ہے؟' حضرت عائشہؓ نے جواب دیا 'کہ گھوڑا ہے'۔ آپ ﷺ نے پوچھا (پروں کی طرف اشارہ کرکے) کہ 'گھوڑے کے اوپر یہ کیا چیز ہے؟' حضرت عائشہؓ نے جواب دیا 'کہ پر ہیں'۔ آپ ﷺ نے فرمایا 'بھئی تعجب ہے پروں والا گھوڑا ہے۔' حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمانؑ کا بھی ایک گھوڑا تھا جس کے بہت سے پر تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو حضور ﷺ بے اختیار ہنس پڑے اور ایسی شگفتہ کھلی ہوئی ہنسی تھی کہ حضور ﷺ ہنسے تو دہن مبارک اتنا کھل گیا کہ مجھے حضور ﷺ کے سامنے کے آخری دانت بھی نظر آنے لگے۔

(بخاری کتاب الادب باب اللعب بالبنات)

حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں، بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے کئی سال تک دوسری شادی نہیں کی اور ہمیشہ محبت اور وفا کے جذبات کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا محبت بھرا سلوک یاد کیا۔ آپ ﷺ کی ساری اولاد جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھی اس کی تربیت و پرورش کا خوب لحاظ رکھا۔ نہ صرف ان کے حقوق ادا کئے بلکہ خدیجہؓ کی امانت سمجھ کر ان سے کمال درجہ محبت فرمائی۔ حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہؓ کی آواز کان میں پڑتے ہی کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے اور خوش ہو کر فرماتے خدیجہؓ کی بہن ہالہ آئی ہے۔ گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بھجوانے کی تاکید فرماتے۔ الغرض آپ ﷺ خدیجہؓ کی وفاؤں کے تذکرے کرتے تھکتے نہ تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "مجھے کبھی کسی زندہ بیوی کے ساتھ اتنی غیرت نہیں ہوئی جتنی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہوئی حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پا چکی تھیں، کبھی تو میں اکتا کر کہہ دیتی کہ اللہ نے آپ ﷺ کو اتنی اچھی بیویاں عطا فرمائی ہیں اب اس بڑھیا کا ذکر جانے بھی دیں۔" آپ ﷺ فرماتے "نہیں، نہیں۔ خدیجہؓ اس وقت میری سپر بنیں جب میں بے یار و مددگار تھا۔ وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہو گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد عطا کی۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا۔"

(مسلم کتاب الفضائل۔ فضائل خدیجہ۔ بخاری کتاب الادب باب حسن العہد من الایمان مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 118)
(ماخوذ از شمائل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ عسفان سے واپسی کے وقت ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ کے پیچھے اونٹنی پر حضرت صفیہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ اونٹنی کے ٹھوکر کھانے کی وجہ سے دونوں گر پڑے۔ ابو طلحہؓ حضور ﷺ کو سہارا دینے کے لئے لپکے۔ حضور ﷺ فرمایا۔ 'پہلے عورت کا خیال کرو'۔ ابو طلحہؓ یہ سن کر منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہؓ کے پاس آئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ پھر ان دونوں کے لئے سواری کو درست کیا۔ حضور ﷺ اور حضرت صفیہؓ اس پر سوار ہو گئے۔

(بخاری کتاب الجہاد حدیث نمبر 3085۔ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 338)

حضور ﷺ کا فرمان کیسا عجیب ہے میرا خیال چھوڑو عورت کی خبر لو، گویا 'Ladies first' کا محاورہ سب سے پہلے محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جاری ہوا۔

ایک سفر میں آپ ﷺ کی بیویاں اونٹوں پر سوار تھیں کہ حُدی خواں انجشہ نامی نے اونٹوں کو تیز ہانکنا شروع کر دیا۔ آنحضرت ﷺ فرمانے لگے "اے انجشہ! تیرا بھلا ہو۔ ان نازک شیشوں کا خیال رکھنا۔ ان آبگینوں کو ٹھوکر نہ لگے۔ یہ شیشے ٹوٹنے نہ پائیں۔ اونٹوں کو آہستہ ہانکو"۔ اس واقعہ کے ایک راوی ابو قلابہؓ بیان کیا کرتے تھے کہ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو شیشے کہا۔ یہ محاورہ اگر کوئی اور استعمال کرتا تو تم لوگ عورتوں کے ایسے خیر خواہ کو کب جینے دیتے ضرور اسے ملامت کرتے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب رحمت النبی ﷺ للنساء۔ حدیث نمبر 4273۔ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 337)

جس طرح گلاس کے پیکٹ پر لکھا ہوتا ہے Handle with care اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ محاورہ عورت کے لئے ایجاد فرمایا تھا۔

میں نے آنحضرت ﷺ کے اپنے اہل کے ساتھ اس بے پناہ محبت اور پذیرائی کے سلوک کے صرف چند لمحوں کو آپ کے ساتھ بانٹا ہے۔ ورنہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں تھا جو آپ کے متبعین کے لئے تربیت کا ذریعہ نہ ہو۔ اگر جذبات کے خیال کی بات ہو تو آپ ﷺ سے بڑھ کر بیویوں کے لئے کوئی ہمدرد نہیں، انصاف کی بات ہو تو آپ ﷺ انصاف کے سنگھاسن پہ شہنشاہ کی طرح براجمان نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ اپنی ازواج کی تعلیم اور تربیت کے لئے ہر لمحہ کوشاں رہتے، ان سے محبت کرتے اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھتے، یہ خوبی جس معاشرہ کے گھر گھر میں پیدا ہو جائیگی وہ معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائیگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ پہ عمل کرتے ہوئے اتباع رسول ﷺ کا صحیح حق ادا کر سکیں۔ آمین ثم آمین

منظوم کلام

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

"محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے"

کوئی "ہمسر نہیں جس کا نہ ثانی"
پتہ "اُس" یار کا اس نے دیا ہے

ودیعت کر کے انعام محبت
محبت سے جو اپنی کھینچتا ہے

کوئی اس کو نہ جب تک آپ چھوڑے
کسی کو خود نہیں وہ چھوڑتا ہے

نہ کیوں سو جاں سے دل اس پر فدا ہو
کہ وہ محبوب ہی جان وفا ہے

وہ سچا اور سچے عہد والا
جو منہ سے کہہ چکا وہ کر رہا ہے

نبھا دی اس نے جس سے دوستی کی
پھرا ہے جب بھی بندہ ہی پھرا ہے

(درعدن)

عید الاضحیٰ۔ حقیقی عید

طوبیٰ نذیر بُٹر

جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے گھر اپنے ارد گرد بہت سے مذہبی تہواروں کو ہوتے دیکھا۔ کہانیوں کی صورت میں ان تہواروں کا پسِ منظر اپنے امی ابو سے سُنا اور جیسے جیسے میں بڑی ہوتی گئی ان تہواروں کا حقیقی سبق سمجھ آنا شروع ہوا۔ اور یہی جانا کہ انسان کی یہ بد قسمتی ہے کہ وہ واقعات کی روح کو بھول جاتا ہے اور اُن کے بدن کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بدن جن سے روحیں پرواز کر جاتی ہیں وہ بدن ضرور گل سڑ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے معاشرے میں جب ہم نظر ڈوراتے ہیں تو ہمیں تمام مذہبی تہوار ایک روح نکلے بدن جیسے نظر آتے ہیں۔

یہ عید جسے ہم قربانی کی عید کہتے ہیں ایک ایسی عظیم الشان قربانی سے آغاز پاتی ہے کہ بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایسی کسی بھی قربانی کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن آج کل مسلمانوں نے اس عید کو جو شکل دے دی ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ چند جانوروں کی گردنوں پر تکبیر کے الفاظ دہرا کر چھریاں پھیر دی جائیں اور نئے کپڑے پہن کر قربانی کا گوشت اپنے دوستوں ساتھیوں کو دے کر دوستیوں کے تقاضے پورے کر دیئے جائیں اور اگر کسی غریب کا خیال آجائے تو تھوڑا بہت گوشت اُس کو بھی بھجوا دیا جائے۔ یہ ہے آج کل کی عید جسے ہم عیدِ قرباں کہتے ہیں۔

عید الاضحیٰ کا تعلق تو اسلام کے ایک نہایت ہی درخشاں باب سے ہے۔ وہ عید جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت تھی وہ کچھ اور عید تھی۔ وہ رضائے باری تعالیٰ کی عید تھی جس کے پسِ منظر میں ایک عظیم الشان قربانی کی روح تھی۔

سنتِ ابراہیمی کے مطابق ہر سال دسویں ذوالحجہ کو حج کی برکات میسّر آنے کی خوشی میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم الشان قربانی کی یاد میں عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ نمازِ عید کا اجتماع ایک رنگ میں مسلمانوں کی ثقافت اور دینی عظمت کا مظہر ہوتا ہے۔ اس میں بوڑھے جوان، خواتین و حضرات، بچے اور بچیاں سبھی شامل ہوتے ہیں۔

اس عید کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (سورۃ الحج:38)

ہر گز اللہ تک نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون لیکن تمہارا تقویٰ اس تک پہنچے گا۔

اصل روح کی قربانی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام قربانی کا حقیقی فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اے خدا کے بندو اپنے اس دن میں کہ جو بقر عید کا دن ہے غور کرو اور سوچو کیونکہ ان قربانیوں میں عقلمندوں کے لیے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔"

(خطبہ الہامیہ از روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 31)

اس عید میں قربانی کا ایسا جزو شامل ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ قربانی کے جتنے پہلو بھی قربانی کو عظیم بنا سکتے ہیں وہ سارے پہلو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ایسا پاک اور عظیم الشان بادشاہ نہ تو کھانوں کا محتاج ہے نہ گوشت کے چڑھاوے اور لہو کا بلکہ وہ تمہیں سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خدا کے حضور اسی طرح قربان ہو جاؤ جیسے ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان ہو جاتا ہے۔

(خطبات نُور صفحہ 431)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نُور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

محض قربانی کوئی چیز نہیں بلکہ خُدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہ جذبہ اخلاص قدر و قیمت رکھتا ہے جو اس کی قربانی کے پس پشت ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اعلیٰ درجہ کا دُنبہ تو ذبح کر دیتا ہے لیکن وہ قربانی میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کو مدّنظر نہیں رکھتا تو اس کی یہ قربانی خُدا تعالیٰ کے حضور ایک پرکاہ (تنکا یعنی حقیر اور معمولی چیز) کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھ سکتی۔

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 51)

جہاں اس عید پر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور جانوروں کی قربانی کر کے سُنت ابراہیمی کو ادا کر رہے ہوتے ہیں وہاں یہ عید ہمیں ذبح عظیم کا بھی سبق دیتی ہے یعنی زندگی کی قربانی۔ یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ بہت سے مواقع پر انسانوں کا جان دینا زندہ رہ کر قربانی دینے سے بہت آسان ہو جاتا ہے اس لئے جو مومن شہدا ہیں ان کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے کہ وہ خُدا کے حضور یہ خواہش پیش کریں گے کہ انہیں پھر زندہ کیا جائے اور وہ پھر خُدا کی راہ میں جان کی قربانی دیں اور پھر زندہ کیا جائے اور پھر قربانی دیں۔ اس میں بھی ہمیں یہی سبق دیا گیا ہے کہ خدا کی راہ میں محض جان دے دینا یہ تو کوئی چیز نہیں اصل چیز خدا کی راہ میں زندگی گزارنا ہے اور یہی ذبح عظیم ہے جس کی روح سے انسان اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ کر اپنی رضا کو قربان کر کے خُدا تعالیٰ کی رضا قبول کرتا اور اس کے پیار کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس عید کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس عید میں جو ہم آج منا رہے ہیں اپنی تمام زندگی خُدا کے حضور پیش کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔کچھ وقت کے لئے کسی جذباتی قربانی کا معاملہ نہیں بلکہ خُدا تعالیٰ کی اطاعت میں اس طرح ثابت قدم رہنا کہ اپنا کچھ بھی باقی نہ رہنا، ہر چیز کا مالک خُدا کو قرار دے کر اس کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا، یہ ہے وہ پیغام جو یہ عید ہمیں دیتی ہے۔

(خطبہ عید الاضحیہ 28/ستمبر 1982ء از خطبات عیدین صفحہ 364)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز اس عید کی حقیقی روح پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ گوشت اور خُون جو تم نے جانوروں کو ذبح کرکے حاصل کیا ہے اور بہایا ہے اگر یہ تقویٰ سے خالی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے مقصد سے خالی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان مادی چیزوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ ظاہری قربانی کرکے قربانی کی روح تم میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

(خطبہ عید الاضحیہ 21/جنوری 2005ء از الفضل انٹر نیشنل 4/فروری 2005ء)

پس کوئی بھی عبادت یا کوئی بھی کام خُدا تعالیٰ کے حضور قبولیت کا درجہ نہیں پاتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ اُس رَب عظیم نے ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنت پر عمل کرسکیں پس اگر ہماری نیتوں میں تقویٰ ہے جو اس قربانی کی روح ہے تو اسی صورت میں خُدا کے حضور ہماری قربانی قبول ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خُلوص نیت کے ساتھ قربانی کرنے والوں کو اس کا اجر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کرکے قربانی ادا کی اور صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ ادا کی۔۔۔اس نے اپنی جان اور اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں کی قربانی کر دی اور اس کے لئے اجر بزرگ ہے جیسا کہ ابراہیم کے لئے اس کے رب کے نزدیک اجر تھا۔

(خطبہ الہامیہ از روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 44)

خُدا کرے کہ ہماری قربانیاں اُس معیار کو حاصل کرنے والی ہوں جو خُدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ اُور ہم میں وہ روح پیدا ہو جو اپنے رَب عظیم کے دین کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے والی ہو اور ہم اپنی زندگیاں خُدا کی راہ میں گزارنے والے ہوں۔ خُدا تعالیٰ ہم سب کو اس قربانی کی حقیقت کو سمجھ کر قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میری پیاری امّی جان

(منصورہ مبارک، فضل مسجد)

ذکرِ خیر نذیراں بیگم صاحبہ زوجہ مبارک احمد ظفر تر گڑی ضلع گوجرانوالہ

آج میں جس ہستی کا ذکر کر رہی ہوں وہ بہت ہی پیاری ہے جس کا خیال آتے ہی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب اُمڈ آتا ہے اور دل سے اس کے لئے دعائیں نکلتی ہیں، وہ میری امی جان ہیں۔ موت ایک اٹل حقیقت، اس سے انکار نہیں، یہ ایک ایسا دروازہ ہے جس سے ہر کسی کو گزرنا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے ماں باپ سے جدائی کے واسطے ہم کبھی بھی خود کو تیار نہیں پاتے۔

18 مئی 2018ء کا دن ہم سب بہن بھائیوں کے لئے ایک سوگوار دن تھا جس دن ہماری پیاری امی جان اچانک ہمیں چھوڑ کر اللہ کے حضور حاضر ہو گئیں۔ وہ جمعۃ المبارک اور ماہِ رمضان کا دوسرا روز تھا۔

ہماری والدہ ہمارے لیے ایک عظیم سایہ تھیں۔ آپ بہت دعا گو تھیں۔۔ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں، سب بیماروں اور مشکلات میں گھرے لوگوں کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتیں، ہمیں بھی ہمیشہ خلیفۂ وقت کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھتے رہنے اور جماعت کے ساتھ مضبوط تعلق قائم رکھنے کی تلقین کرتیں۔ باقاعدگی سے خود بھی خلیفۃ المسیح کے خطبات سنتیں اور ہمیں بھی یہی نصیحت کرتیں۔ خدمتِ دین کا جذبہ اس قدر تھا کہ دینی کاموں کو ہمیشہ اپنی ذاتی مصروفیات پر ترجیح دیتیں۔

انتہائی سادہ اور پردہ دار خاتون تھیں۔ بیمار کی تیمارداری کرنا اس قدر ضروری سمجھتی تھیں کہ جونہی کسی کی بیماری کا علم ہوتا فوراً اسی وقت تیمارداری کے لئے چل پڑتیں۔ آپ باقاعدہ پنجگانہ نماز اور تلاوت قرآن کریم کے ساتھ ساتھ نماز تہجد کا بھی التزام کرتیں۔

محترمہ والدہ صاحبہ انتہائی دیندار، ملنسار، نیک فطرت، رحم دل، عبادت گزار، محنت کی عادی اور نفاست پسند خاتون تھیں۔ آپ نے اپنی زندگی بے انتہا صبر اور قناعت کے ساتھ بسر کی۔ یوں تو آپ کو اپنے سب بہن بھائیوں اور ان کے بچوں کے ساتھ بہت پیار تھا مگر اپنے دو بھتیجوں کو اپنی دعاؤں میں خصوصیت سے یاد رکھتیں۔ ان دونوں نے بھی امی جان کا بہت ساتھ دیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔

آپ کثرت سے ذکر الٰہی کرتیں اور چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتیں۔ اپنی گوناگوں خوبیوں کے ساتھ آپ مہمان نوازی کے وصف سے بھی متصف تھیں۔

میرے والد صاحب جنہوں نے 6 اپریل 2002ء کو وفات پائی، وہ بھی احمدیت کے شیدائی تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو امیر جماعت، صدر جماعت اور سیکریٹری مال کے طور پر خدمات بجالانے کی توفیق بخشی۔ آپ کی ان ذمہ داریوں کی وجہ سے اکثر ہمارے گھر جماعتی مہمانان اور مربیان کا آنا جانا رہتا تھا۔ والدہ صاحبہ بہت خوشی سے ان کے لئے کھانے کا انتظام کرتیں اور دوسری ضروریات کا بھی بہت خیال رکھتیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ضائع کرنا ان کو سخت ناپسند تھا، روٹی کے بچے ہوئے ٹکڑوں کو کوڑے میں نہ ڈالتیں بلکہ پرندوں کو ڈال دیتیں حتیٰ کہ بچے کھچے سالن بھی کسی نہ کسی طرح استعمال میں لے آتیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جلسہ سالانہ یوکے 2012ء میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائی اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لمحات بھی نصیب فرمائے۔ پیارے آقا نے ازراہ شفقت اپنا رومال تحفتاً امی جان کو دیا۔ امی جان حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لمحات میسر آنے پر بے انتہا خوش تھیں۔ الحمدللہ۔

80 سالہ زندگی کی بہاریں دیکھنے کے بعد امی جان، ایک شاندار انجام لئے اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئیں۔ آپ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں اور تمام چندہ وصیت اپنی زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔ مسجد مبارک میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں کثیر احباب شامل ہوئے۔ میری باجی، بھائی اور ان کے بچوں نے امی جان کی بہت خدمت کی اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین اجر دے۔ آمین۔

اس صدمہ پر آنکھیں اشکبار ہیں اور دل حزیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری امی جان سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کی دعاؤں کا وارث بناتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

منظوم کلام

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

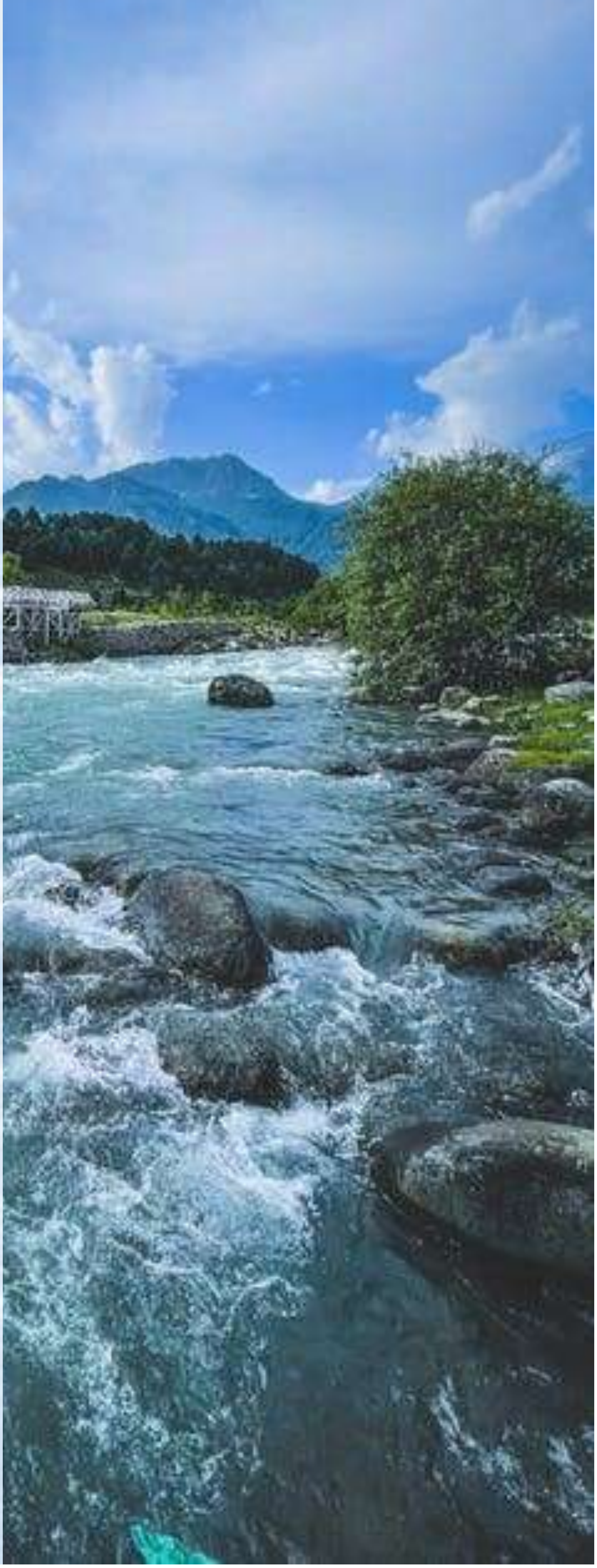

ہماری جان فدا سید الوراء ﷺ کے لئے
سبھی نثار ہیں اس شاہ دو سرا ﷺ کے لئے

بروئے کار ہے شیطاں نقاب بر انداز
'بدی' کو 'خوب ہے' ہم کیوں کہیں ریا کے لئے

طریق شرع نہیں اسوۂ رسول ﷺ نہیں
مقام شرم ہے یہ 'غول' اتقیا کے لئے

نبی ﷺ کے نام مقدس کی آڑ لے لے کر
وفا کی شان دکھانے چلے جفا کے لئے

جو رہن ہو چکی ابلیس کے خزانے ہیں
وہ 'روح' نذرِ شہنشاہِ انبیاء ﷺ کے لئے ؟

دہان کھلتے ہی اڑتی ہے بوئے طاغوتی
نہیں! یہ لب نہ ہلیں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے

یزیدی فعل زبانوں پہ 'یا علی' توبہ
یہ اور تیر چلے آل مرتضیٰ کے لئے

اسی زباں سے اسی وقت گند بک بک کر
خدا کا نام نہ لو ظالمو! خدا کے لئے

(درعدن)

بزمِ ادب

اجالا ہونے والا ہے!

بشریٰ بختیار خان

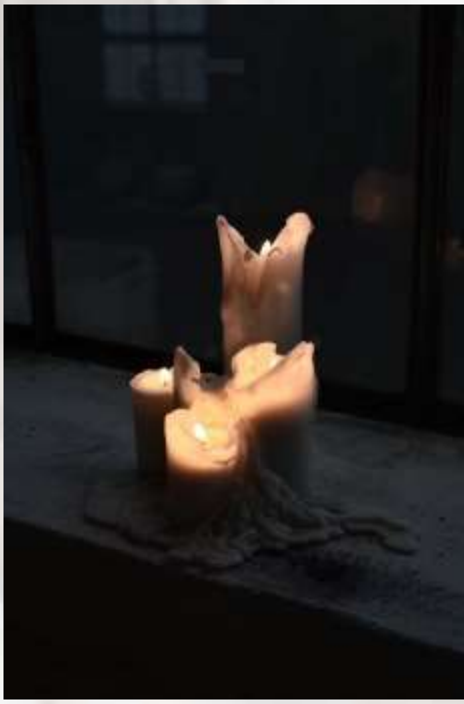

اندھیری رات اور اس قدر اندھیری کہ اپنے ہاتھ تک سجھائی نہ دیں، ایک آنکھ دوسری آنکھ سے بے گانہ ہو اور ایک سانس دوسری سانس کو نہ پہچانے، احساس اپنے جذبات کا واقف نہ ہو اور خیال کسی خام نگری میں پڑا ہو، رات کی تاریکی اس قدر پھیلی ہو کہ جیسے کبھی صبح نہ ہو گی اور مایوسی اس قدر مضبوطی سے حالات پر قابض ہو کہ جیسے زمین میں اب بے امیدی کے علاوہ کچھ نہ اُگے گا، لیکن! پھر بھی وقت گزرتا رہتا ہے لمحے چاہے پتھر کے روپ میں کیوں نہ ہوں ضرور پگھلتے رہتے ہیں اور زمانہ چاہے چٹان کے نیچے کیوں نہ دبا ہو ضرور اپنا سفر جاری رکھتا ہے اور پھر رات کی ظلمت میں بھی کہیں کوئی ستارہ چمک اٹھتا ہے چاہے چند لمحوں میں ہی ٹوٹ کیوں نہ جائے، ایک آنکھ سے نور ضرور پھوٹتا ہے جو دوسری آنکھ کی محتاجی ضرور دور کرتا ہے ایک سانس دوسری سانس کو زندگی کی امید ضرور دیتی ہے احساس اپنے آپ میں گم ہو کر بھی جذبات کو درست سمت میں ہانکتا ہے اور وقت کی سوئیاں اپنی سست روی کے باوجود زمانے کے سفر کو جاری رکھنے میں کار آمد ثابت ہوتی ہیں کئی دیے جل جل کر بجھتے ہیں۔ کتنی شمعیں بے آبرو ہوتی ہیں۔ کتنے سورج رات کی آغوش میں اپنا آپ گنوا دیتے ہیں۔ کتنے چاند اپنے حسن میں پاگل ہو جاتے ہیں۔ کتنی شکلیں بدلتی ہیں۔ کتنی باتیں ہوتی ہیں۔ کتنے حوصلے ٹوٹتے ہیں۔ کتنی آنکھیں بجھتی ہیں۔ لیکن اے مرے عزیز! اجالا پھر بھی ہوتا ہے اور وقت اپنے مقررہ لمحے پر رات کی تمام تاریکی اور مایوسی کو روشنی میں یوں بدلتا ہے جیسے ایک جسم سے ایک لباس اتار کر دوسرا لباس پہنا دیا گیا ہو اور تم ابھی سے مایوس ہو گئے؟

تم ابھی سے خود سے مایوس ہو گئے؟ تم ابھی سے اس یقین سے مایوس ہو گئے جس کی بدولت زندگی موت کے منہ سے واپس آتی ہے تم واقعی بد دل ہو گئے؟ تم نے رحمت سے یقین اٹھا لیا یا رحمت کرنے والے سے؟ تم معاشرے سے ناراض ہو بجا ہے تم اپنوں سے مایوس ہو درست ہے تم وقت کی تنگی سے پریشان ہو مان لیتے ہیں تم دنیا کی مطلب پرستی سے بے قرار ہو ٹھیک ہے سب باتیں اپنی جگہ درست ہیں لیکن تم اپنے آپ سے مایوس ہو جاؤ یہ مجھے گوارا نہیں میں سمجھتی ہوں تم جب اپنے آپ سے مایوس اور ناامید ہو جاؤ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم خدا سے بھی امید نہیں رکھتے، کیونکہ وہی خدا ہے جو تم میں حوصلہ پیدا کرتا ہے وہ خدا جو اس وقت تمہیں زندگی کی طرف لایا جب تم زندگی کے معنوں سے بھی آشنا نہ تھے اس نے تمہیں اس جہان میں بھیجا تو اس جہان کی وسعت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کچھ امتحان بھی تو بنتا تھا اور شاید اس امتحان میں سرخروئی ہی تمہیں تمہارے منصب کی طرف لے جائے اور اگر تم اس امتحان سے ہی بھاگ کر شکست مان لو تو تمہیں اشرف المخلوقات کہنے کا بیان درست تو نہ ہوا!

ہر بدلتے لمحے کے ساتھ زندگی بدل رہی ہے اور ہر نئے سورج کے ابھرنے پر تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ تمہیں ایک اور دن ملا کہ تم اس دن میں شاید وہ کچھ کر سکتے ہو یا تمہیں کرنے کا موقع ملا جو تم کل نہ کر سکے اور یہ دھوکہ بھی نہ

کھانا کہ تم آج کا کام کل کر لوگے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کل ہو گا بھی یا نہیں، مشکلات سے بھاگنا مشکلات کا حل نہیں لیکن مشکلات میں ہار نہ ماننا اس رب کی قدرت کو جوش ضرور دلائے گا اور وہ رب تمہیں اس مشکل سے نکال لے گا، جو تمہارے لیے تو مشکل ہے لیکن اس رب کے سامنے اس کی کوئی وقعت بلکہ اس رب کے سامنے تمہاری نیت اور تمہاری ثابت قدمی اور حوصلے کی وقعت ہے

تمہیں اس اجالے کی تمنا ہے جو تمہیں راہ دکھائے گا تو تم اس پار افق پر نظریں مت جماؤ کہ کسی معجزے کی صورت میں آسمان پر ایک روشنی ابھرے گی جو تمہیں برق کی سی تیزی سے اس مشکل سے نکال لے گی بلکہ تم اس روشنی کی طرف دیکھو جو تمہارے اندر بہت دور بہت مدھم سی چمک رہی ہے وہ روشنی ہی اصل ہے جو تمہیں تمہاری منزل پہ ضرور لے جائے گی اور اس روشنی کا ادراک جسے ہو جائے وہ دور افق سے نظریں ہٹا کر اپنے آپ پہ جمالیتا ہے اور اسے وہ سب راہیں سجھائی دینے لگتی ہیں جن کا اسے گمان تک نہیں ہوتا

اے مایوس رہنے والے اپنے آپ پر یقین رکھ اور اس رب پر کہ جو ایمان کا حق دار ہے اور پھر حوصلہ رکھ کہ اجالا ہونے والا ہے

سلوک کے اعلیٰ گر

راحیلہ احمد، برمنگھم سینٹرل

حضرت مصلح الموعود رضی اللہ عنہ سورہ فاتحہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان چاروں صفات میں اور جس ترتیب سے وہ بیان ہوئی ہیں، سلوک کا ایک اعلیٰ نکتہ بیان کیا گیا ہے۔ جب ہم اس امر کو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا مقام اعلیٰ ہے اور بندہ کا ادنیٰ تو یہ امر ہمارے لئے واضح ہو جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف متوجہ ہو گا تو اوپر سے نیچے کی طرف آئے گا لیکن جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا تو نیچے سے اوپر کی طرف جائے گا۔ اس نکتہ کو سمجھ لینے کے بعد ان صفات کو دیکھ کر جو سورہ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف

(1) رب العالمین

(2) رحمٰن

(3) رحیم

(4) مالک یوم الدین

ان صفات سے درجہ بدرجہ تنزل کرتا ہے۔

یعنی جب وہ اپنے بندے پر ظاہر ہونے لگتا ہے تو پہلے رب العالمین کی صفت کا ظہور ہوتا ہے یعنی وہ ایسے ماحول تیار کرتا ہے جن میں اسکے منظور اور محبوب بندہ کی صحیح نشوونما ہو سکے۔

پھر وہ ان سامانوں کو اپنے بندے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے جن سے وہ روحانی ترقی کر سکے۔

پھر بندہ جب ان سامانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس کے اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج پیدا کرتا ہے

اور انعامات کے ایک لمبے سلسلہ کے بعد بندہ کی جد جہد کا آخری نتیجہ نکالتا ہے یعنی اسے دنیا پر غالب کر دیتا ہے اور اپنی مالکیت کی صفت اسکے لئے ظاہر کر کے اسے دنیا پر غلبہ دے دیتا ہے۔

اس کے بر خلاف جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسے پہلے مالک کی صفت کا مظہر ہونا پڑتا ہے یعنی وہ انصاف اور عدل کو دنیا میں جاری کرتا ہے مگر اسکے انصاف کے ساتھ رحم کی ملونی ہوتی ہے اور عفو کا پہلو غالب ہوتا ہے جسکے معنی ایصال شر سے اجتناب کے ہیں۔

جب بندہ اور ترقی کرتا ہے تو رحیمیت کی صفت کا مظہر ہو جاتا ہے یعنی جو لوگ اسکے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ان کے کاموں کی قدر دانی کرتا ہے بلکہ انکے حق سے زیادہ ان پر انعام کرتا ہے یعنی ایصال خیر کی عادت اس میں پائی جاتی ہے جسے احسان کہتے ہیں۔

پھر اس کے اوپر انسان ترقی کرتا ہے اور رحمانیت کی صفت کا ظہور اس کے ذریعہ سے ہونا شروع ہوتا ہے اور وہ اپنے پرائے سب سے نیک سلوک کرنا شروع کرتا ہے اور اس کا دل وسیع ہو جاتا ہے اور وہ رحمانیت کا مظہر بن جاتا ہے۔ کافر و مومن سب کی محبت اسکے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خواہ کسی نے اس سے حسن سلوک کیا ہو یا نہ کیا ہو اسکی خواہش ہوتی ہے کہ سب سے نیک سلوک کرے۔ اسے ایتاءِ ذی القربیٰ کی حالت کہتے ہیں یعنی جس طرح ماں اپنے بچے کی خدمت اطاعت کا خیال کئے بغیر یا کسی بدلہ کی امید رکھے بغیر کرتی ہے اسی طرح یہ شخص بنی نوع انسان کا خیر خواہ ہو جاتا ہے۔

پھر اس مقام سے ترقی کر کے انسان رب العالمین کا مظہر ہو جاتا ہے یعنی اسکی نظر فرد سے اٹھ کر نظام تک جا پہنچتی ہے اور وہ اپنے آپ کو دنیا کا نگران اور داروغہ سمجھ لیتا ہے اور دنیا کی اصلاح کی طرف بحثیت مجموعی توجہ کرتا ہے اور سوسائٹی کی حالت کو بدل ڈالتا ہے۔

یہ صعود اور ہبوط کی راہیں جو ان صفات میں بیان کی گئی ہیں سلوک کے اعلیٰ گر اپنے اندر مخفی رکھتی ہیں اور سالکوں کے لئے ایک عظیم الشان رحمت ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد اوّل)

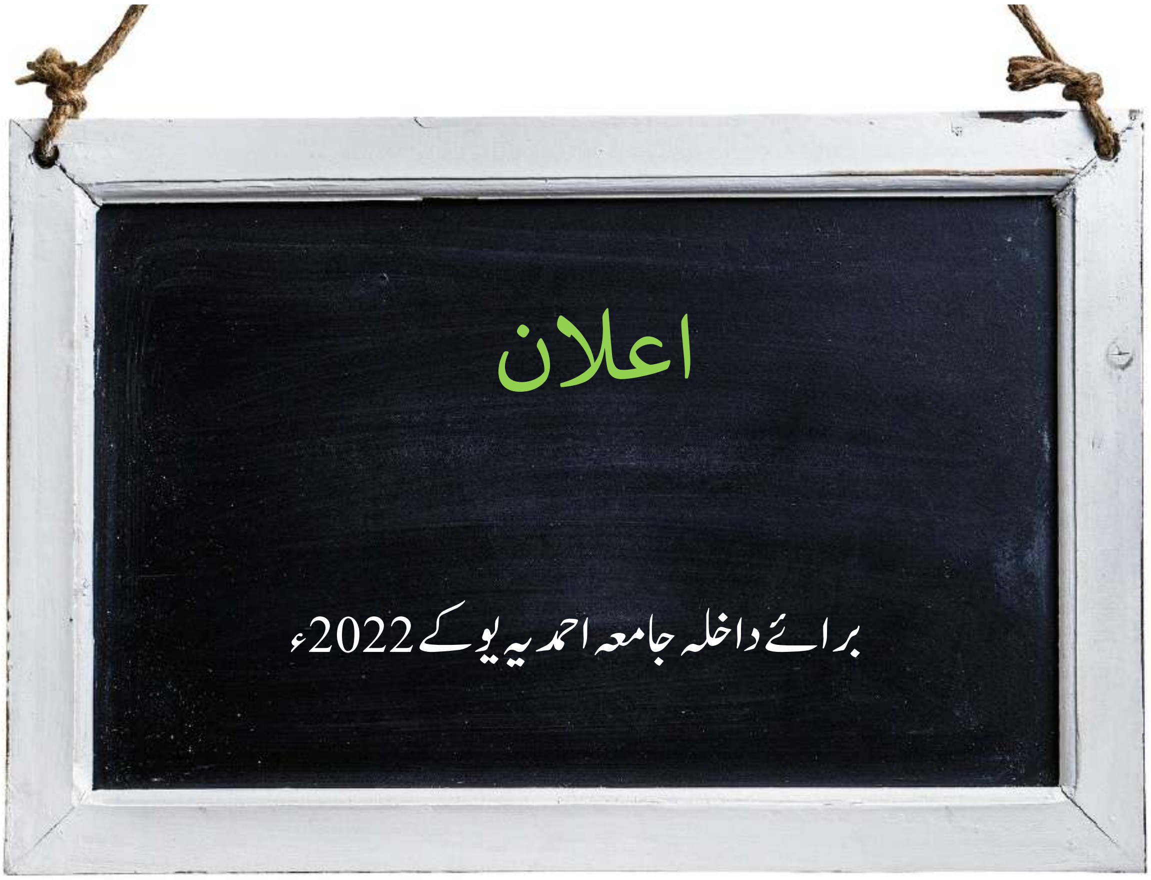

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان وانٹرویو) 04 اور 05 جولائی 2022ء کو انشاءاللہ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

تعلیمی معیار	درخواست دہندہ کے کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE) کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم گریڈ یا 60٪ سے کم نمبر نہ ہوں۔
عمر	جی سی ایس ای ((GCSE پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز ((A-Levels پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہیئے۔
میڈیکل سرٹیفیکیٹ	درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے میڈیکل سرٹیفیکیٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونا چاہیئے۔
تحریر ی ٹیسٹ و انٹرویو	درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کیلئے صرف اسی کینڈیڈیٹ کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔

تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کیلئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی کینڈیڈیٹ کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

درخواست دینے کا طریق

درخواست، متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہو گی، **نامکمل درخواست پر کارروائی نہیں کی جائے گی**:۔

1۔درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔

2۔درخواست دہندہ کی صحت کی بابت میڈیکل سرٹیفیکیٹ(بزبان انگریزی)۔

3۔جی سی ایس ای / اے لیولز کے سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades)پر مشتمل خط۔

4۔پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔

5۔درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

6۔درخواست دہندہ کے برتھ سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔

متفرق ہدایات

1۔درخواست میں کینڈیڈیٹ کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔

2۔مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں **30مئی 2022ء** تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔

3۔جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:۔

THE PRINCIPAL
JAMIA AHMADIYYA UK
BRANKSOME PLACE
HINDHEAD ROAD
HASLEMERE
GU27 3PN

4۔رابطہ کیلئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

Phone: +44(0)1428647170 **or** +44(0)1428647173

Mob: +44(0)7988461368

Fax: +44(0)1428647188

(پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے)